جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

جولائی
سنہ ۱۹۹۹ء

ربیع الاوّل
سنہ ۱۴۲۰ھ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

جنگ کی تمنّا نہیں کرنی چاہیے

عن عبداللہ بن ابی اوفیٰ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَیَّامِہِ الَّتِیْ لَقِیَ فِیْھَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰی مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ النَّاسَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ: لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْاَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اِھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ"۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے اُن دنوں میں سے ایک جن دنوں آپ دُشمن کے مقابلہ پر تھے (یعنی جہاد کے موقع پر میدان جنگ میں تھے جنگ شروع کرنے کے لیے) سورج ڈھلنے تک کا انتظار فرماتے رہے (پھر جب سُورج ڈھل گیا) تو آپ لوگوں کے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہُوئے اور فرمایا: لوگو تم اپنے دُشمن سے مقابلہ (یعنی جنگ کی) آرزو نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت کے طالب رہو، ہاں اگر دُشمن سے تمہارا مقابلہ ہو ہی جائے تو پھر پُوری بہادری کے ساتھ ڈٹ جاؤ اور) صبر واستقامت سے کام لو، اور اس بات کو جان لو کہ جنّت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے، اس کے بعد آپ نے یہ دُعا فرمائی اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اِھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ" اے اللہ کتاب کو نازل فرمانے والے، بادلوں کو چلانے والے اور کُفّار کی جماعت کو شکست دینے والے ان (دشمنوں) کو شکست دے اور ہم کو ان پر فتح عطا فرما۔

---

[1] بخاری مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص۳۴۱

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۷ | ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ ۔ جولائی ۱۹۹۹ء | شمارہ : ۱۰

مدیر

سید محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک	
پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سالانہ	۱۲۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی "	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "	۶ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "	۱۶ ڈالر
برطانیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "	۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۴۲۷۳-۷۷۲۹۶۹۱

فیکس نمبر ۷۷۲۶۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
قنوت نازلہ		۶
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۸
شیخ العرب والعجم کے روحانی کمالات	مولانا نجم الدّین اصلاحیؒ	۱۷
تم اگر پردہ اُٹھادو (نظم)	سیّد امین گیلانی	۳۹
امر بالمعروف	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۴۰
وفاتِ حسرت آیات (نظم)	مولانا مشرف علی صاحب	۴۸
حاصلِ مطالعہ	مولانا نعیم الدّین صاحب	۵۰
تقریظ و تنقید		۵۸
اخبار الجامعہ		۶۳

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو-پی انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مملکت خداداد کو بنے پچاس سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے مگر ابھی تک اللہ رب العزت کے حضور اس نعمت کی شکرگزاری نہیں کی گئی جبکہ اس نعمت کو برقرار رکھنے اور مزید انعامات کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ قرآن پاک میں انسانوں کے لیے ایک الٰہی اُصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم شکرگزاری کرتے رہو گے تو مَیں اپنے انعامات تم پر زیادہ کرتا رہوں گا، لیکن شکرگزاری تو دُور کی بات ہے ہم بحیثیت قوم کے مسلسل اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری اور ناقدری ہی میں لگے ہوئے ہیں جو بہت خطرناک بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اگر تم ناقدری و نافرمانی کرو گے تو بے شک میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری یہی ہے کہ جب اُس نے ہمیں ایک ملک عطا فرمایا تو سب سے پہلے بلاتاخیر ہم اس مُلک میں اللہ کے قانون کو نافذ کریں اور دیگر اسلامی ممالک میں اس کے نفاذ کی کوشش کریں اور اس میں رُکاوٹ ڈالنے والی دُنیائے کُفر کی طاقتوں کا مقابلہ کریں اور دین کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے عُلماء اور طلباء کی ایک قلیل جماعت اس وقت تن تنہا کُفر کے مقابلہ میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر میدانِ جہاد میں اُتر چکی ہے اور اپنے محدود وسائل کے باوجود محض اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے افغانستان کوسوو، براکان برما، کشمیر، الجزائر، رُوس سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستوں

بلکہ رُوس کے اندر تک مظلوموں کی داد رسی اور اسلام کی سر بلندی کے لیے برسر پیکار رہیں۔ ان مٹھی بھر متوالوں کی حربی سرگرمیوں سے کفر بوکھلایا ہوا ہے بالخصوص کشمیر کے اندر مجاہدین کی پیشقدمی نے دُنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کشمیر میں بھارتی فوج کو چکمہ دے کر وہاں کے اہم اور بلند ترین مقامات پر قابض ہوجانا اور پندرہ سے بیس ہزار مسلح بھارتی فوج کو گھیرے میں لے کر اس کی سپلائی لائن کاٹ دینا دینی مدارس کے طلباء کے ساتھ خدائی نصرت کی واضح نشانیاں ہیں یہی وقت ہے کہ پاکستانی فوج اور پُوری قوم ان مجاہدین کا ساتھ دینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور کشمیر سے بھی آگے بڑھ کر بھارت کے اندر دُور تک فتح کے جھنڈے گاڑ کر یہودیوں کے اس اتحادی کو ملیامیٹ کردیں۔ ہماری آزادی اور کامیابی کا راز صرف تجارتی اور صنعتی ترقی اور بڑی بڑی شاہراہوں کی تعمیر یا کھیل کُود کے میدانوں میں نہیں ہے بلکہ ہماری عزّت اور آزادی صرف اور صرف جہاد اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کٹ مرنے میں ہے۔ اس کے بعد ہی ہم اس قابل ہوں گے کہ نہ صرف ہماری تجارت آزاد ہو بلکہ ہم دُنیا کی تجارتی منڈیوں اور صنعتوں عالمی شاہراہوں، ساتوں سمندروں کی گزرگاہوں اور ہوائی راستوں کے محافظِ عدل ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین پارہ ۲ رکوع ۸

اور خرچ کرو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بے شک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

اس آیت کی تفسیر میں مولانا عثمانی رح تحریر فرماتے ہیں۔

"مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دُشمن قوی ہوجائے گا"

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں حضرت ایّوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کہ یہ آیت ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے (جہاد کی بدولت) اسلام کو عزّت بخشی اور اس کے مددگار بڑھ گئے تو ہم انصاریوں نے آپس میں خفیۃً یہ

بات کی کہ (کاروبار کی طرف توجہ میں کمی کے سبب) ہمارا مال ضائع ہُوا اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مضبوط کر دیا ہے اور اس کے مددگار بھی بہت بڑھ گئے ہیں تو اب بہتر ہے کہ ہم اپنے اموال کی طرف توجہ دیں اور نقصان کی تلافی کریں تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے موقف کو رَد کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی .... اس آیت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی ــــ کہ مال اور اس کے اضافہ میں لگے رہنا اور جہاد کو چھوڑ دینا اپنے کو ہلاکت اور بربادی میں ڈالنا ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پھر ہمیشہ جہاد کے لیے گھر سے نکلے ہی رہے حتّٰی کہ مدینہ منورہ سے ہزاروں میل دُور روم میں آپ کی تدفین ہُوئی۔ (جو آج کل قسطنطنیہ میں ہے) ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۲۱

موجودہ ناسازگار حالات میں حکومت اور پُوری قوم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اس سے مدد اور نصرت کی طلب گار ہو تاکہ دُشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی نصیب ہو سکے ریڈیو اور ٹی وی سے غیر شرعی اُمور کو ختم کر کے قوم کو اللہ کے راستے میں جہاد اور شہادت کے فضائل بیان کیے جائیں اسی طرح علماء کرام اور خطباء اپنے بیانات میں مذکورہ اُمور کے ساتھ گناہوں سے باز رہنے کی تلقین فرمائیں اور نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دُشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی اور نصرت کے طلب گار ہیں ضرورت پڑنے پر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کا بھی اہتمام بہت ضروری ہے۔

قنوتِ نازلہ

(دُعاءِ مُصیبت)

حوادث و مصائب اور خاص جنگوں کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ صبح کی آخری رکعت میں قنوت پڑھی اور صحابہ کرامؓ نے بھی خاص خاص حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھی ہے۔ وطنِ عزیز کو اس وقت جو مشکلات درپیش ہیں۔ ان کے پیشِ نظر ہمیں چاہیے کہ پابندی سے جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور صبح کے فرضوں کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر اس دُعاء کو امام آواز سے پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔ دُعاء کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جائیں۔ اس دُعاء کے الفاظ موجودہ حالات میں جو مناسب ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ ان میں اگر کسی کلمہ کی تکرار کرنی چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ یا بغرض اختصار ان کلمات میں اگر کوئی کمی کرنا چاہیں تو کمی بھی کی جا سکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ زیادہ شدید حالات ہوں تو قنوت سب جہری نمازوں میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ (حضرت مولانا سیّد حامد میاں غفرلہٗ رحمہ اللہ تعالیٰ)

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ وَلَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْجِزْ وَعْدَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالظّٰلِمِيْنَ الْمُفْسِدِيْنَ الَّذِيْنَ يَمْنَعُوْنَ مَسَاجِدَكَ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُكَ وَيَسْعَوْنَ فِيْ خَرَابِهَا وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، اَللّٰهُمَّ دَمِّرْ دِيَارَهُمْ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَشَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاهْزِمْ جُنْدَهُمْ وَاَلْقِ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَالْفَشَلَ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَشِدَّائِهِمْ وَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ، اَللّٰهُمَّ انْصُرْ عَسَاكِرَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ فِلَسْطِيْنَ، وَكَشْمِيْرَ وَسَائِرِ بَاكِسْتَانَ وَفِيْ جَمِيْعِ الْعَالَمِ بِحَقِّ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مَنْ قَاتَلَهُمْ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالظّٰلِمِيْنَ الْمُفْسِدِيْنَ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ لَا تُعَامِلْنَا بِمَا نَحْنُ اَهْلُهٗ، وَعَامِلْنَا بِمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ اَنْتَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ وَاَهْلُ الْمَنِّ وَالْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ، وَصَلِّ عَلٰى اَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ وَاَكْرَمِهِمْ لَدَيْكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

دُشمن کی نظر سے اوجھل اور اس کے شر سے حفاظت کی نیت سے ہر شخص یہ آیاتِ مُبارکہ صبح شام اور باہر آتے جاتے پڑھے اور ہاتھوں پر دم کرکے جسم پر پھیرے۔

۱۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

(پارہ ۱۱، رکوع ۵)

۲۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۔ (پارہ ۱۴ رکوع ۲۰)

۳۔ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۔ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۲)

۴۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۔ (پارہ ۲۵ رکوع ۱۹)

۵۔ يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۸)

۶۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (پارہ ۲۴ رکوع ۵)

۷۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۰)

طالبِ دُعا، محمود میاں غفرلہٗ

مولای صل وسلم دائما ابدا درس حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلھم

بشارتیں، غزوۂ اُحد، اور صحابہؓ کی جانثاریاں

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۵ سائیڈ اے ۸۳-۹-۲۴

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قال رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ، وَقَى بِهَا النَّبِىَّ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ۔[1]

اور حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت طلحہ رضؓ کا وہ ہاتھ دیکھا جو (سالہا سال بعد بھی) بالکل بیکار اور شل تھا انہوں نے اس ہاتھ سے غزوۂ احد کے دن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو (کفّار کے حملوں سے) بچایا تھا۔

ان فضائل میں سب سے پہلے تو صحابہ کرام میں چاروں خلفاء کرام کی فضیلتیں آتی ہیں (جو کہ عشرہ مبشرہ میں ہیں) ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی حضرات جو چھ رہ جاتے ہیں ان کی فضیلتیں جو جو حدیث شریف میں آئی ہیں وہ ذکر کی جاتی ہیں۔ یہاں ——— چاروں خلفاء کرام کے بعد جو فضیلتیں آئی ہیں وہ سب باقی چھ حضرات کے لیے ہیں جو کہ حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد اور سعید ہیں اس طرح دس بن جاتے ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۶۵

حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کا تعلق

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات کے وقت ارشاد فرمایا کہ عشرہ مبشرہ میں سے اگر حضرت ابو عبیدہؓ ابن جراح رضی اللہ عنہ حیات ہوتے تو میں اُنہیں نامزد کر دیتا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ جب وہ شام کا علاقہ فتح کر رہے تھے اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دَورہ کیا وہ پہنچے ہیں تو وہاں حضرت ابو عبیدہؓ رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ دوسرے لوگوں نے استقبال کیا دریافت کیا کہ کہاں ہیں وہ میرے بھائی تو اُنھوں نے کہا ابھی آتے ہوں گے وہ آگئے۔ پُوچھا گیا ان سے کہاں ٹھہریں گے آپ۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہروں گا۔ یعنی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس۔

حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار، اور دُنیا سے بے رغبتی

وہ وہاں کے سپہ سالار تھے سارے محاذ کے وہ انچارج تھے کمانڈر تھے تو اُن کے پاس ہی وہ تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے ہیں تو وہاں جاکر دیکھا کہ کوئی سامان نہیں ہے ان کے رہنے کی جگہ میں چند ایک چمڑے کا سامان کچھ نظر آیا باقی کوئی چیز نہیں تھی۔ کھانے کا وقت آیا تو کھانے کے لیے اُنھوں نے سُوکھی روٹیاں اُٹھائیں اور پانی میں بھگودیں اور وہی خود بھی کھائیں وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھائیں تو آپ یہ سمجھ لیں کہ جیسے آج رُوس اور امریکہ ہیں اس طرح سے اس زمانہ میں دو ہی بڑی طاقتیں تھیں پوری دُنیا کی۔

اس وقت کی دو سپر طاقتیں

ایک رومی اور ایک یہ ایرانی فارسی۔ ایران کا حصّہ جو تھا وہ عراق اور فارس یہ ملا کر عراق کا کچھ حصّہ عراقِ عجم کہلاتا تھا وہ اس پہ ان کی حکومت تھی۔ ان دو میں سے ایک یعنی رومن سلطنت جو تھی سلطنتِ رومن اسکا دارالخلافہ انہوں نے فتح کر لیا اس کا کافی علاقہ فتح کر لیا اُن کو پیچھے ہٹا دیا۔ اتنی بڑی سلطنت کو جو دُنیا میں دونوں میں سے ایک تھی فتح کیا اس کے باوجود ان میں کوئی اکڑ نہیں آئی۔ کوئی بڑائی نہیں آئی جس طرح پہلے تھے ویسے ہی اب ہیں حالانکہ یہ فتح ایک ایسی چیز ہے اور اس کا ایسا نشہ ہوتا ہے کہ جس میں انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اُنہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اُنھوں نے کہا تمہارے سوا باقی سب لوگوں کو دنیا نے بدل دیا تمہارے اُوپر اس دُنیا کا کوئی اثر نہیں ہوا ان کے بڑے مداح ہیں۔

وبائی علاقہ میں پیشقدمی اور اسلامی اُصول

ایک دفعہ تھوڑا سا اختلاف بھی ہُوا کہ آگے جائیں یا نہ جائیں کیونکہ آگے طاعون کی وبا تھی تو پھر یہ طے ہُوا کہ نہ جائیں حضرت ابو عبیدہ رضؓ فرماتے تھے کہ چلیں جو ہونا ہے قدرت کی طرف سے ہونا ہے، لیکن بعد میں یہ مشورہ بھی فرماتے رہے۔ مشورہ میں یہ طے ہُوا پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مَیں نے سُنا ہے کہ جہاں کہیں وبا واقع ہو وانتم بھا اور تم وہاں ہو تو وہاں سے نہ نکلو بھاگ کر اور جو لوگ باہر رہتے ہیں وہ وہاں نہ جائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرمالیا یہ ڈاکٹری طور پر آج بھی بالکل صحیح ہے اور بہت ہی صحیح ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ بڑے پسند تھے۔ ان میں تمام صلاحیتیں تھیں۔ سمجھ داری بہت تھی۔ تواضع بہت تھی اور اہلیّت جنگ کی، لڑائی کی، یہ بھی بہت تھی یہ سب چیزیں جمع ہونی مشکل ہوتی ہیں کسی میں کوئی صلاحیت کسی میں کوئی صلاحیت تو اپنی وفات سے پہلے تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اگر زندہ ہوتے تو کوئی بات میرے ذہن میں نہ ہوتی ایسی تشویش کی۔

طاعون کے سبب شہادت

لیکن اُن کی وفات ہوگئی طاعون ہی میں۔ طاعون ہی میں وفات ہُوئی اُن کی۔ عمواس ایک مقام ہے اسی شام کے علاقے کا وہاں بہت سے صحابہ کرام کی وفات ہُوئی مَیں ایک دن ایک کتاب دیکھ رہا تھا۔ جو سیر کبیر کے نام سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے اس میں آتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصل میں رومیوں کی جوابی کارروائی کے لیے لشکر روانہ کیا ہے

نبی علیہ السّلام کی پیشین گوئی کی روشنی میں دُعاء طاعون اور فتوحات

تو پھر اُنھوں نے اس میں کئی چیزوں کی نصیحت کی درخت نہ کاٹیں یہ نہ کریں وہ نہ کریں۔ پھر آخر میں ایک دُعا ان کے لیے کی۔ اس دُعا کا مفہوم یہ تھا کہ بس یہ واپس نہ آئیں وہیں رہ جائیں، شہید ہوجائیں اور طاعون ان کے اُوپر آجائے اس طرح کے جملے اس میں ملتے ہیں۔ اَب جو وہ تو معلوم ہوتا ہے یہ سب چیزیں جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے انھوں نے سن رکھی تھیں اور کہتے ہیں کہ درخت نہ کاٹنے کا اس طرح اور چیزوں کا اُنھوں نے جو حکم دیا وہ بھی اسی لیے کہ اُنھیں پتا تھا کہ یہ علاقہ فتح ہوجائے گا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بتلا رکھا تھا تو یہ علاقہ فتح ہونا ہی ہے۔ اس لیے اسکے

درختوں کو کاٹنے کی ضرورت ہی نہیں تو ایسی چیزیں پہلے سے پتہ تھیں اور پھر اُن کی وفات اسی میں ہوئی۔

شہادتِ عمرؓ، نصیحت، بہنوئی کا نام نہ لینا

جو باقی حضرات رہ گئے وہ رہ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے۔ حج سے تو وہ واپس آئے ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جس دن شہادت ہوئی ہے اس دن وہ تھے یا نہیں تھے اس کا نہیں پتا چل رہا۔ نام لینے میں اُنھوں نے یہی لکھا ہے علی عثمان زبیر طلحہ سعد عبدالرحمٰن، سعید کا نام ہی نہیں لیا اُنھوں نے عشرہ مبشرہ میں سے وہ بھی ہیں یا تو اس وجہ سے نہیں لیا کہ وہ بہنوئی تھے یا یہ کہ وہ کہیں اسی دن روانہ ہوئے تھے۔ حج سے وہ آتے ہیں۔ آخری خطبہ جو دیا ہے وہ سُنا ہے اس کے بعد چوتھے دن شہادت ہوگئی ہے۔ ان چار دنوں کے درمیان یا وہ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے یا یہ کہ تھے وہاں اور اُنھوں نے نام نہیں لیا، تو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ ان میں سے جس کے اُوپر بھی تم راضی ہو جاؤ کثرت رائے سے اس کو تم خلیفہ بنالو اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر زیادہ رائے ہوگئی اور پھر اُن کے دستِ مُبارک پر بیعت ہوئی اور اُن کا دورِ خلافت چلتا رہا۔ گیارہ سال ساڑھے گیارہ سال تک ان سب فضائل میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت آتی ہے

قیس بن ابی حازمؒ تابعی کی فضیلت

قیس بن ابی حازم تابعی ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تابعین میں سے بہترین تابعی ہیں خیر التابعی ہیں سب سے بہتر تابعی ہیں اور اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ انھوں نے عشرہ مبشرہ کو دیکھا ہے سب کو دیکھا ہے دس کے دس کو دیکھا ہے اور انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز بھی پڑھی ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں۔ رَأَیْتُ یَدَ طَلْحَۃَ شَلَّاءَ

مَیں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا ہے کہ وہ شل تھا یعنی ناکارہ تھا۔ داہنا ہاتھ یا بایاں ہاتھ کوئی سا ہاتھ تھا۔ وَقٰی بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احدٍ۔

انھوں نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بچاؤ کیا احد کے دن۔ احد کے دن صورت ایسی پیش آئی تو پہلی دفعہ تو لڑائی میں فورًا ہی شکست ہوگئی کافر بھاگ گئے۔

احد کے معرکہ کا نقشہ اور اس میں ایسی شکل بنتی ہے کہ احد پہاڑ کا جو حصّہ ہے وہ مسلمانوں کی بائیں جانب کا پہاڑ ہے جو لمبا ہے اور مسلمانوں کی پشت پر ایک ٹیلہ تھا، پہاڑی تھی چھوٹی سی اس چھوٹی پہاڑی پر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کچھ صحابہ کرام کو مامور کر دیا تھا۔ یہ پچاس آدمی تیر انداز تھے۔ نشانہ باز تھے اور یہ فرما دیا تھا کہ یہاں سے مت ہٹنا حتّٰی کہ اگر تم یہ دیکھو کہ ہمارے گوشت کو اچک رہے ہیں جانور تو بھی تم نے یہاں سے نہیں ہٹنا۔ شدید الفاظ میں اُنہیں تاکید فرمائی لیکن لڑائی تھوڑی ہی دیر ہُوئی تو وہ بھاگ کھڑے ہُوئے۔ آدھے گھنٹے میں پونے گھنٹے میں ایک گھنٹے میں جب وہ بھاگے ہیں تو پھر یہ حضرات نیچے اُترے ہیں (اس خیال سے) کہ اب تو شکست ہو گی جبکہ حقیقت یہ تھی کہ موقعہ ایسا بنتا تھا کہ یہ اُحد پہاڑ مسلمانوں کے بائیں جانب ہے اور مسلمانوں کے عقب میں ٹیلہ ہے یہاں سے شکست دی کفّار کو یہ کفار اُدھر کو گئے اور پیچھے سے پہاڑ کے چکر کاٹتے ہُوئے پھر اِدھر سے آگئے تو اب یہ کفّار ادھر سے چکر کاٹتے ہُوئے آئے تو اب مسلمانوں کی پشت ہو گی ان کی طرف اور مسلمانوں کا وہ دستہ ٹیلہ پر موجود نہیں تھا جہاں سے یہ کافر پسپا ہُوئے تھے اس جگہ مُسلمان پہنچ چکے تھے اور اُدھر ٹیلے پر جہاں آپ نے فرمایا تھا حفاظت کے لیے وہاں موجود نہیں رہے۔ سوائے چند آدمیوں کے باقیوں نے مانی ہی نہیں بات چلے گئے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اِسی جگہ تھے جہاں لڑائی کے وقت تھے۔ ادھر پشت کی طرف سے جب یہ لوگ اچانک آتے ہیں تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایک دم حملہ آور ہُوئے اور کوئی رکاوٹ ہی نہ پیش آئی۔

اس کوتاہی کی وجہ اور اصل میں اس کی وجہ جہاں تک سمجھ میں آئی وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں شراب جائز تھی اور شراب پیتے ہُوتے تھے یہ لوگ۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اصطبحوا الخمر کہ شراب پیئے ہُوئے تھے یہ لوگ شاید نشے میں ہوں گے شراب کے اور اسی لیے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شدید الفاظ استعمال فرمائے کہ اگر یہ

دیکھو کہ ہمیں اچکے رہے ہیں لوگ یا جانور تو بھی نہ ہلنا معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کی سمجھ پورا کام نہیں کررہی تھی نشے میں ایسے ہوتا ہے۔

شراب کی ممانعت اور صحابہ کا اشکال

بعد میں جب منع ہوئی ــ شراب تو پھر صحابہ کرام کو اشکال ہوا کہ

ہمارے صحابہ میں ایسے بھی تھے کہ جو شراب پیے ہوتے تھے اور شہادت ہوئی ہے اُن کی تو ــ کیا ہوا تو اس پر آیت اُتری تھی کہ ان پر کوئی حرج نہیں کیونکہ اس وقت تک جائز تھی انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا یہ احد کے واقعہ کا ذکر چوتھے پارے میں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ولقد عفا اللہ عنھم اللہ نے اُن کو معاف کردیا۔

صحابہ کی لغزش بے ارادہ تھی

اور وہ لغزش جو تھی وہ لغزش کے ارادے سے نہیں تھی وہ بے ارادہ تھی تو اس وقت جب یہ حملہ آور کافر اچانک یہاں پہنچے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گڑھا تھا اُس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا گیا اور کچھ کافروں نے حملہ کیا آپ سر پر خود پہنے ہوئے تھے۔

خود دو قسم کے ہوتے تھے

"خود" دو طرح کے ہوتے تھے ایک وہ جو بالکل باریک بُنا ہوا ہوتا تھا لوہے کا ٹوپی کی طرح بلکہ وہ ٹوپی کے نیچے پہنتے تھے۔ ٹوپی اُوپر ہوتی تھی۔ ایک وہ جو اس سے بہت بڑا ہوتا تھا اس میں کمانیاں بھی ہوتی تھیں تو وہ کمانی جو تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیوست ہوگئی۔ چہرہ مُبارک کے ایک حصّہ میں۔

دندان مُبارک شہید ہونے کی نوعیت

اور حضرت ابو عبیدہؓ رضی اللہ عنہ نے دانتوں سے اس کو نکالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مُبارک شہید ہوگیا۔ شہید ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ٹوٹ گیا بلکہ شہید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھٹ گیا ٹوٹا نہیں۔ اس میں دراز آگئی۔

دندان مُبارک کی شہادت اور حلوہ کی حقیقت

یہ بھی عجیب بات کہ وہ حلوہ کھاتے ہیں، وہ

کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھایا تھا اس لیے ہم حلوہ کھاتے ہیں بالکل غلط باتیں ہیں یہ بے اصل باتیں ہیں۔ دندان مبارک شہید ہونے کا مطلب بس یہ ہے کہ اس میں دراز آگئی تھی شق ہوگیا تھا تو پھر اب اس وقت جو حضرات ساتھ تھے قریب تھے ان میں حضرت ابو عبیدہ ابن جراح نے کام کیا یہ اُن کا ایک کارنامہ ہوا۔

غزوۂ اُحد میں حضرت طلحہؓ کا کارنامہ

اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے بہادر آدمی تھے انھوں نے یہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھالیا۔ خون زیادہ ضائع ہو رہا تھا اور یہ سوچا کہ پہاڑی پہ چلے جائیں اور پہاڑی پر ایک چشمہ تھا تو وہاں وہ لے جا رہے تھے جب کافروں نے دیکھا کہ یہ لے جا رہے ہیں تو انھوں نے تیر مارے اس وقت حضرت طلحہؓ نے یہ کیا کہ بچاؤ کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچاؤ کرنے کے لیے ڈھال نہیں تھی یا ہو گی مگر نہ نکال سکے تیر آتا دیکھا تیر کے آگے ہاتھ کر دیا وہ ہاتھ پر لگ گیا۔ دوبارہ پھر اسی طرح تیر آیا پھر ہاتھ کر دیا۔ یہ بہت ہی مشکل بات تھی ایک دفعہ کہیں چوٹ لگ جائے اور دوبارہ پھر اس کو چوٹ کے لیے آگے کر دے آدمی پھر تیر آیا۔ پھر اسی طرح حتّٰی کہ ہاتھ کا گوشت جو تھا اُڑ گیا تو وہ ہاتھ ساری عمر پھر ایسے ہی رہا اس پر گوشت نہیں آسکا۔ پورا کام وہ نہیں کرتا تھا۔ صحابہ کرام کہتے تھے کہ سب سے بڑا کارنامہ جو کیا ہے احد کے میدان میں وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کیا میدان جیتا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لحاظ سے سب سے بڑا کام میدان جیتنے کا جو کیا ہے وہ انہوں نے کیا

جنگجو ہونے کے اعتبار سے سب سے بڑا کارنامہ حضرت حمزہ نے کیا

جنگجو ہونے کے لحاظ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سب سے بڑا کام کیا تیس کم از کم ورنہ بتیس کافر صرف اس دن ان کے ہاتھ سے مارے گئے یہ بہت بڑی بہادری کی بات تھی، تو حضرت طلحہؓ نبی علیہ السلام کو گئے یعنی پہاڑ پہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے جہاں تیر نہ پہنچ سکے وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی پہنچیں وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پہنچے۔ اور حضرت علی تو اپنی ڈھال میں پانی لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دھویا۔ دھونے سے تو خون نہیں رُکتا بلکہ اور بہنے لگتا ہے جب انھوں نے دیکھا

کہ بہہ رہا ہے تو پھر اُنھوں نے چٹائی کا ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ بھر دی وہ مٹی نہیں لگاتے تھے گویا اور واقعی مٹی بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ زخم کو اگر لگ جائے۔ اور اگر اس میں کوئی جراثیم کسی خراب قسم کے ہیں تو مہلک ہو جاتی ہے۔ یہ پُرانا طریقہ گویا چلا آرہا ہے۔ زخموں کے علاج کا کہ اس طرح جلا لو جلا کر راکھ بھرو۔ وہ جراثیم سے فارغ ہو گئی ٹھیک ہو گئی تو —— پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خون رُک گیا

جنّت کی ضمانت جنّت کی بشارت سے بڑے درجے کی چیز ہے

اب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا درجہ عشرہ مبشرہ میں بڑا ہی خصوصی درجہ ہے۔ ہر آدمی کے کچھ نہ کچھ اس قدر بلند کارنامے ہیں کہ جن کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ضمانت لی ہے ورنہ جنّت کی بشارت بہت لوگوں کو دی ہے۔

آپؐ کا مستعمل پانی پینے والی عورت کو بشارت

ایک عورت تھیں امراۃ رافع اُن کے بارے میں آتا ہے کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستعمل پانی پی لیا (یعنی وضو کا استعمال شُدہ پانی) جو آپ نے استعمال کیا برتن میں جمع تھا وہ آپ نے پی لیا پھینکنے میں بے ادبی سمجھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم اللّٰہ بدنك علی النار اللہ نے تمہارا بدن آگ پر حرام کر دیا

ایک اور صحابی کو بشارت

یہ عکاشہ ابن محصن انھوں نے نبی علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میری اُمت میں اتنے لوگ ہونگے جو بلاحساب جنّت میں جائیں گے۔ (اُنھوں نے درخواست کی کہ میرے لیے دُعاء فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے) آپ نے ان کے لیے دُعا کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان میں کر دے تو عکاشہ ابن محصن کے بعد ایک اور شخص کھڑے ہوتے کہ میرے لیے بھی دُعا فرما دیجیے تو آپ نے فرمایا سبقك بھا عکاشہ کہ عکاشہ نے تم پر سبقت لے لی تم سے آگے چلے گئے۔ اور وہ مبشر بالجنۃ ہو گئے۔

نبی علیہ السّلام کا خون پینے والے صحابی کو ارشاد

ایک اور تھے اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُون جو سینگی کے ذریعہ نکلواتے

ہیں اس کو ضائع نہیں جانے دیا اور پی لیا اس کے بارے میں بھی آتا ہے ۔ فَدَمُكَ كَرَمِیْ کہ تمہارا خون میرے خون سے مل گیا تو اس کے لیے بھی اس طرح کے کلمات یاد ہیں مجھے او کما قال علیہ السّلام

ایک عورت کو بیماری پر صبر کی تلقین اور بے پردگی سے حفاظت کی دُعا

اور مزید عورتیں بھی ایسی ہیں ایک عورت آئی اسے دَورہ پڑتا تھا اس نے عرض کیا کہ میرے لیے دُعا فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو میں دُعا کر دوں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ اور چاہو تو صبر کرو اور جنّت میں چلی جاؤ تو اُنھوں نے کہا کہ میں صبر کروں گی مگر یہ دُعا فرما دیجیے کہ دَورہ جب پلٹ آئے تو میری بے پردگی نہ ہُوا کرے تو آپ نے یہ دُعا فرمائی تو اس طرح جن لوگوں کو آپ نے جنّت کی خوشخبری دی ہے وہ بہت زیادہ ہیں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بھی بشارت دی تو ان کی تعداد ملائی جائے تو وہ بہت ہیں یہ صرف وہ ہیں کہ جن کے بارے میں بار بار فرمایا اور جن کے بارے میں ضمانت لی تو گویا یہ بہت بڑا درجہ ہو گیا اسلام میں اور ایسے لوگ یہ صرف یہ دس ملتے ہیں تو سب بڑا درجہ ان حضرات کا بنتا ہے پوری اُمّت میں جو دس حضرات ہیں جن کی ضمانت لی ہے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ یہ جنّت میں جائیں گے ہی ان سے کوئی بُرا کام ہو گا ہی نہیں ۔ اللہ نے گویا اُن کے لیے یہ طے ہی کر دیا کہ یہ نیکی ہی پر قائم رہیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اُن کا ساتھ نصیب فرمائے ۔

ضرورت رشتہ

اُمور خانہ داری پر دسترس رکھنے والی تعلیم یافتہ ، دیندار چار خوبرو سیّد لڑکیوں کے لیے جن کی عمریں ۱۸ تا ۲۱ سال ہیں مناسب رشتے درکار ہیں ۔ تعلیم یافتہ ، ملازم پیشہ اور کاروباری حضرات بذریعہ سرپرست رجوع فرمائیں : رشتے سیّد اور لاہور سے ہوں ۔

ملنے کا پتہ : مولانا سیّد احمد شاہ کاظمی جامع مسجد دہلی مسلم ہوٹل نئی انارکلی لاہور ۔

مرسلہ، مولانا تنویر احمد شریفی

شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کے روحانی کمالات

حضرت مولانا نجم الدّین اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

دُنیا جو دَنی ہونے کے باوجود حکم الٰہی اور اسرار ربّانی کی ایک باعظمت اور عظیم الشان جلوہ گاہ ہے اس کے دامن پر زندگی کے نقوش اسی لیے ظہور میں آئے ہیں کہ خود مٹا کر کسی قادر مطلق ہستی کا پتہ دیں اور اگر سچ پُوچھیے تو ساز ہستی کی ہر صدا اسی وجود کل کا ایک نغمۂ عبرت ہے۔

آنکھیں اگر دیکھنے والی ہوں تو دیکھ سکتی ہیں کہ کائنات کے ہر ذرّہ کی پیشانی پر كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کا نوشتۂ ازل موجود ہے جو نہ کبھی مٹا ہے اور نہ مٹے گا۔ جو دُنیا میں آیا سب نے یہی شہادت دی کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت یہ ایک آنے والی خبر ہے۔ اس کے لیے کوئی روک نہیں۔ قضاء مبرم ہے جس میں تخلف کی گنجائش نہیں، سُنّتِ الٰہی ہے جس میں تبدیلی کا امکان نہیں۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا

موت وحیات کا یہ رشتہ ایسا رشتہ ہے کہ ادنیٰ اور اعلیٰ اور کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہر جاندار کو اس منزل سے گزرنا ہے، حتّٰی کہ انبیاء علیہم السّلام بھی اس سے آزاد نہیں رہ سکتے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز بھی اسی دُنیا کے رہنے والے انسان تھے، لہٰذا آپ کے لیے بھی وقت آیا کہ تمام فرائض دنیوی و دینی کے بعد اس آخری فریضۂ فطرت

کو بھی پورا کریں جسے اب تک پورا کرتے آئے ہیں۔

۵ دسمبر ۵۷ء پنج شنبہ کی سہ پہر کو آسمانی فرشتہ رفیق اعلیٰ کا بلاوا اور روح و ریحان جنّت نعیم کی خوش خبری لے کر آیا، جس کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح ہر وقت بے چین رہا کرتی تھی، رُوح قفس عنصری سے پرواز کر کے اسی عالم روحانیت میں جا پہنچی جہاں اُس کا حقیقی نشیمن تھا رُوح پر فتوح نے پیام الٰہی کا استقبال اس ذوق و شوق اور بقائے محبوب کی تمنّا کی سورش انگیزیوں سے بے خود ہو کر اس طرح کیا کہ اس نشۂ بے خودی سے بڑھ کر محبوب کی بارگاہ میں شاید اور کوئی چیز گراں قدر نہیں۔ رحمتِ الٰہی نے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر اپنی آغوش رحمت میں لے لیا، زندگی کی اس سے بڑھ کر فیروز مندی اور جواں بختی کامرانی حیات اور بخشش و نوال ایزدی اور دوسری کیا ہوسکتی ہے۔

جا نیست ہر آئینہ بخواہد رفتن
اندر غم عشق تو روا اولیٰ تر

سہ پہر کی تاریکیاں روزانہ کی طرح ۵ دسمبر کو بھی چھا رہی تھیں، لیکن ابھی ابھی ہونے والے حادثۂ کبریٰ کے آثار اور علامات اس کی تاریکیوں کو اور زیادہ تیرہ و تار اور وحشت آفریں بنا رہے تھے۔

ہر پنج شنبہ کو شام ہوتی ہے اور آج بھی شام ہوئی اور آج کا سورج بھی غروب ہُوا، لیکن تنہا نہیں بلکہ اسی کے ساتھ یوم الخمیس کے اُفق مغرب میں ایک اور آفتاب علم و معرفت بھی ڈوبنے والا تھا جس کی افق پر کبھی طلوع ہُوا تھا، چنانچہ اس روز بھی آفتاب نے کسی آنے والے حادثہ سے مغموم ہو کر چہرہ پر زردی کے ماتمی نقاب کو ڈال لیا، اور پھر ایک الوداعی نگاہِ حسرت ڈالتے ہُوئے افق مغرب میں روپوش ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

حجاب چہرۂ جاں می شود غبارِ تنم!
خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم

بالآخر آفتاب علم و ہدایت جس کی روحانی کرنیں اب تک چمک رہی ہیں۔ پورے پون صدی تک بلا تفریق ملک و ملّت ہر چہار دانگ عالم میں چمکیں اور جب تک دُنیا میں اہلِ نظر موجود رہیں گے چمکتی رہیں گی، قبر کے خاکی ذروں میں چھپا دیا گیا ہے۔ مرقد مُبارک کے در و دیوار اور حاضرین کے قلب سے یہ صدا بلند ہوتی رہتی ہے۔

کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر
ہمہ تن چشم انتظار ہے آج

رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اتباعہ الیٰ یوم الدّین

حقیقت یہ ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک فرد ایک شخص اور ایک انسان کی موت نہیں ہے بلکہ ایک خاص اور ایک عہد اور حیات ملّی کے صحیفہ کے ایک باب کا اختتام ہے۔

لاریب یہ ایک ایسی تاریخی صداقت اور جانی بوجھی حقیقت ہے کہ جس کی شرح میں نقشِ حیات کی اور دو جلدیں پوری کی جا سکتی ہیں، مگر ہے یہ کام حد درجہ دشوار گزار، وجہ یہ ہے کہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی ذات حکمت قاسمی، زہد گنگوہی، فراست محمودی اور امداد اللّٰہی عرفان کا وہ سنگم تھی جو ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۵۷ء تک کی پوری تاریخ کو زندہ کیے ہوئے تھی، ہم سے جب کبھی کسی نے پوچھا کہ ہمارے اسلاف میں حضرت جیلانیؒ، حضرت خواجہ اجمیریؒ اور امام ربّانی مجدّد الف ثانی وغیرہم رحمہم اللہ کیسے تھے تو ہمیں ان کی عظمت و شان کے یاد کرانے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا تھا، ہم حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے سچّا نمونہ پیش کر دیتے تھے، لیکن وامصیبتاہ کہ اب اس امام الدین۔ نمونۂ اسلاف صالحین اور انسانیت کی آبرو کو کہاں ڈھونڈھیں اور کس سے پوچھیں کہ ان کے نئے آستانہ کا پتہ کیا ہے اور کس طرح یقین کرائیں کہ وہ اپنے رب کے پیارے ہوگئے تاہم عالم اسلامی ذرہ ذرہ حضرت قدس سرہ کے انوار و برکات سے تابناک ہے اور آپ کی عیسٰی نفسی سے جس طرح حیات میں مستفید ہوتا تھا۔ وصال کے بعد یہ تعلق اور زیادہ قائم اور باقی رہنے والا ہے۔

در رہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

وصال پر دیوبند حاضر ہو کر جو کچھ مشاہدہ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

سنہ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۵۷ء اور اپنے تاثرات

حضرت مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ سے اپنے تعلقات خُدا کا شکر ہے ۱۹۴۴ء سے شروع ہو کر آخر زندگی تک ترقی کے ساتھ قائم رہے اور جو کچھ اس مُدّت میں دیکھا اور سُنا وہ نہ اب اور نہ اب سے پیشتر دیکھا اور سُنا تھا اور نہ اَب اُس کی اُمّید کی جاسکتی ہے۔ اپنی عمر کا نصف حصّہ تعلیم و تعلم سفر و حضر، خلوت و جلوت میں دیکھنے، زبانی اور تحریری استفادات سے مشرف ہونے کا موقع ملا، لیکن اس کے ساتھ اس بات کے کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اپنے چودہ سالہ تاثرات کو اگر ظاہر کرنا بھی چاہوں تو بہت حد تک اس میں کامیاب ہی رہوں گا۔ وجہ یہ ہے کہ بہت سی چیزیں وجدانیات اور ذوقیات سے تعلق رکھتی ہیں، مگر ان کا خاکہ اتارنا زبان و قلم کے بس سے باہر ہے مثلاً رُوح ایک عقیدہ لاینحل ہے مگر اجلی البدیہات میں سے یہ ہے اور ہر ایک کو مثل نور اور سرور اس کا علم اور اذعان ہوتا ہے۔ مگر اس کے افشا اور اظہار کے لیے تعبیرات ساتھ نہیں دے سکتیں بعینہٖ یہی حال حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کا تھا جس کو جاننے اور پہچاننے، بلکہ باور کرانے کے لیے اور منوانے کے لیے کم ازکم رجال و طبقات کی کتابوں اور بالخصوص صفۃ الصفوہ لابن جوزیؒ اور مرآۃ الجنان امام یافعیؒ جیسی کتابوں کو بار بار پڑھنے سے مولانا مدنیؒ کو جانا اور پہچانا جاسکتا ہے۔ ہم نے اس طرح کتابوں کو پڑھا حتّٰی کہ اخبار الاخیار، تذکرۃ الاولیاء اور نواب صدیق حسین مرحوم کی تقصار بھی دیکھی۔ نیز حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، قطب گنگوہیؒ، اسیرِ مالٹا کے حالات اور شاہ ولی اللہؒ، امام رَبّانی کے نمبروں کو دیکھا۔ ان کتابوں میں سے بعض کے اندر ان اوصاف کا پتہ چلا جو مولانا مدنیؒ کا امتیازی وصف ہے اور بعض اہل اللہ کی زندگیوں میں ہم کو حسینی تابش اور مدنیؒ جھلک بھی نظر آئی اور ہم نے اس ذات مجسم الصفات کو اللہ کی دین سمجھ کر اس کے آستانہ کی خاک کو اپنے لیے کونین کی بہا اور دُنیا و مافیہا کا خلاصہ سمجھا، اس راہ میں کھونا ہی اگر پانا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اس کے دربار گہربار سے محروم نہیں رہے۔ کیونکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ھم القوم لا یشقی جلیسھم (اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم)

آج پُورا عالم اسلام روتا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات قومی و ملّی پر خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے۔ لیکن یہ حادثہ کبرٰی میرے لیے بالکل ذاتی حیثیّت رکھتا ہے اور چودہ سال سے حضرت سب سے زیادہ بے پایاں اس ناچیز پر اپنی شفقتوں، مہربانیوں اور الطاف و عنایات فرماتے رہتے تھے اس

لیے یہ جدائی حد درجہ سوہان روح اور ایسی پُرفیض اور مجمع البحرین ذات اقدس سے محروم ہونا اپنی زندگی کا اہم ترین حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل بخشے اور حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے آمین، اگر یہ شعر اپنے مفہوم و معنی کے لحاظ سے صحیح ہے کہ ؎

داد اورا قابلیّت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیّت داد اوست

تو یہ چیز تحدیث نعمت کے طور پر اس بات کے کہنے میں ذرا بھی متردد نہیں ہے کہ آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو سمجھنے اور آپ کے کمالات اور جامعیّت کو جاننے اور رسوخ فی العلم کی خصوصی دولت کا سب سے مستند ذریعہ آپ کے مکتوبات ہیں جو اس ناچیز کے پاس ہر چہار دانگ عالم میں اس طرح اکٹھا ہوگئے اور ہوتے جارہے ہیں کہ انشاء اللہ چار جلدیں بھی ناکافی ہوں گی اور کتنے ایسے خطوط پھر بھی رہ جائیں گے۔ جن کے بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ان کو رہنے دیا جائے۔ وہ قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ مجھ کو اپنی اس خوش قسمتی پر بجا طور پر فخر ہے کہ آج میرے پاس حضرتؒ سے بلاواسطہ مستفید ہونے اور دونوں طریقہ پر واقف ہونے کا ایک ایسا یقینی ذریعہ موجود ہوگیا ہے کہ عرصہ تک کی رفاقت اور معیّت کے بعد بھی کوئی اور نہیں ہو سکتا، خطوط ہی آدمی کی شخصیّت اور اصلی سیرت حقیقی ذوق و مزاج اور دینی و علمی خصوصیات کا سب سے جامع مرقع ہوا کرتے ہیں ناچیز نے اس گنج گراں مایہ سے کافی فائدہ اُٹھایا اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو مخفی رہ گیا ہو۔ بہرکیف آج جبکہ حضرتؒ ہمارے اندر موجود نہیں ہیں یہ مکتوب ہمارے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا موجود ہونا ہے۔ انہیں مکتوبات کی روشنی میں حضرتؒ کے روحانی کمالات کا تھوڑا سا ذکر کرنے کا ہمارے بزرگ اور احباب نے ہم کو حکم کیا ہے، ہم کو اپنی پستی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی کے پیشِ نظر آپ کے روحانی کمالات پر کچھ لکھنا صحیح معنوں میں چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہے، لیکن بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی کسی صاحب کمال ہستی کے کمالات و خصوصیات شخصیت و صفات کا تعارف کرانا اہلِ نظر کا کام ہے، لیکن کسی صاحب کمال شخصیّت کے متعلق اپنے ذاتی مشاہدہ نقوش و تاثرات کے اظہار کے لیے خود صاحب کمال اور صاحب نظر ہونا قطعاً ضروری نہیں۔"

ہم کو ہمّت ہوئی، اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ہماری اس راہ میں بھی ہماری مدد فرمائے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا

جناب محمدّ رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے اوصاف میں مخصوص صنعت صفت تزکیہ ہے جس کے معنی ہیں کہ آپ صرف پڑھ کر سُنا دینے اور سمجھا دینے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ اسکا رنگ بھی چڑھا دیتے تھے۔ تعلیم کتاب کو ان کے کانوں اور دماغوں سے گزار کر ان کے قلوب اور ارواح کو رنگین کر کے اعضاء و جوارح سے جاری فرما دیتے تھے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت انگیز روحانی، اخلاقی، ذہنی، عملی تبدیلی ہی کے اندر اسلام کی کامیابی کا راز پنہاں تھا اور آج اسی کی کمی اسلامی معاشرہ کی ابتری کا باعث ہے۔

خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ اور فضالہ بن عمیر وغیرہ کے واقعات سے سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ آں حضرت صلیّ اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے صحابہؓ کے بعد اُمّت محمدّیہ میں بہت سے لوگ علیحدہ اور بعض مجموعی طور پر آپؐ کے جانشین اور قائم مقام ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے جن کے اسماء قراء، علماء ظاہر، علما باطن یعنی صوفیہ اور تزکیہ کرنے والے آپ کی اُمّت کے وہ اہل اللہ اور صاحب حال بزرگ ہیں جو آپ کے انوار اور انفاس قدسیہ کے وارث و حامل ہوتے حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز اس دورِ مظلمہ کے سب سے بڑے کتاب و سُنّت کے نہ صرف عالم بلکہ اس کے حکم و اسرار کے ماہر و مقتدایت و امامت کے منصب پر فائز اور ایک خاص فکر و شعور کے موجد تھے حتیٰ کہ خواص اُمّت میں آپ کا روحانی مقام اتنا بلند تھا جس کی نظیر صرف اسلاف کے اندر کو ملتی ہے مگر اس نِصف صدی کے اندر کوئی اور ہستی ہمارے علم میں نہیں ہے اور ہم کو پوری دیانت کے ساتھ اس فقرہ کے لکھنے میں کوئی جھجک نہیں لم تر العیون مثلہ ولم یر ھو مثل نفسہ۔

سیاست را نقاب چہرہ کردی
وگرنہ عاشق مستانہ بودی!

حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز کے بارے میں بہتوں کو یہ فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آئی کہ وہ کون سے مرکزی صفات تھے جو آپ کی زندگی میں سب سے نمایاں اور اساسی حیثیّت رکھتے ہیں، چنانچہ کسی نے بہت بڑا مفسّر و محدّث جانا۔ کسی نے ایک عالم اور شیخ طریقت سمجھا، کسی نے

ہر صدی کی باکمال شخصیتوں کو سمجھنے کیلیے ایک بنیادی معیار

انبیاء علیہم السّلام کے طریقِ کار کو سمجھنے اور فلاسفہ و حکماء کے طریقِ زندگی میں فرق نہ کرنے کی بناء پر ہر دَور میں اس زمانہ کی ان عظیم المرتبت شخصیتوں کو جاننے کے لیے پہچاننے کے لیے خواص تک کو غلط فہمی ہوتی جو شخصیت اس زمانہ کی عام نسل سے ذہنی اور علمی اعتبار سے بہت بلند اور اپنے اماثل و اقران میں ممتاز تھی اور اسی بناء پر اس کو اپنی عظمت اور اپنے کمال کی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ حالانکہ بات صاف تھی اور ہے کہ جو لوگ انبیاءؑ کے متبع ہوتے ہیں ان کے طریق کار کی نوعیت ہی اور ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کا اصل موضوع موجد کی ذات و صفات اور اس کے احکام سے براہ راست ہوتا ہے۔ وہ آفاق و انفس میں اس کی کھلی ہوئی نشانیاں دیکھتے ہیں اور اُنکا اس صحیفۂ کائنات کے مصنف سے گہرا ربط برابر قائم رہتا ہے کیونکہ خدا کے پیغمبر خدا کی بنائی ہوئی دُنیا کے باغبان اور اس کی چمن بندی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس کے برگ و بار کو بادِ سموم کے جھونکوں سے بچاتے اور اُس کے زہریلے اثرات کو دُور کرتے رہتے ہیں ، پس جس دُنیا کے تمدّن کا خمیر ان کی ترکیب اور اُن کے مشورہ کے بغیر تیّار ہوگا اس میں کبھی اعتدال نہیں آسکتا ہے۔ علوم نبوّت ہی انسان کو اپنی برتری و شرافت اور انسانیت کا شعور بخشتے ہیں۔ اور انسانیت کے اندر یہ اذعان پیدا کرتے ہیں کہ وہ ایک مقتدر اعلیٰ احکم الحاکمین کے زیر فرمان ہیں ، علوم نبوی صرف اخلاقی حس کے پیدا کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ انسانوں کو ایک مکمّل نظام نامہ اور مکمّل ضابطۂ اخلاق بھی عطا کرتے ہیں۔ انبیاء کی تعلیمات سے انحراف یا اُن سے لاعلمی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا تخیل خالص مادی اور حیوانی ہوکر رہ جاتے انبیاءؑ کی نبوّت کی سب سے واضح دلیل ان کے حواریین اور اصحاب ہیں جن کی معیاریت پر قرآن عزیز کا ارشاد ہے :

ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ

دوسری جگہ ارشاد ہے اور صحابۂ کرام رضؓ ہی مخاطب ہیں :۔

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہٗ علیکم۔

تیسری جگہ ارشاد ہے۔

سیاسی رہنما اور مجاہد قرار دیا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں سارے ——— کمالات تھے جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے، لیکن مولانا مدنی رحؒ میں ان تمام باتوں سے کہیں زیادہ آپ کا وہ رُوحانی مقام تھا جس سے عام طور پر دُنیا ناواقف تھی اور ناواقف رہ گئی اس کی زیادہ وجہ یہ ہُوئی کہ لوگوں نے تزکیہ نفس اور تطہیر قلوب کو ایک ثانوی چیز سمجھا اور صرف تعلیم و حکمت ہی کے اندر ساری تگ و دو محصور کر دی، حالانکہ تزکیہ کی کمی اعلیٰ تعلیم کے باوجود محسوس ہوتی ہے اور دین جس چیز کا نام ہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم سے بھی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اہلِ اللہ نے ہمیشہ یہ ضرورت محسوس فرمائی اور ارواح کی اصلاح پر سب سے زیادہ زور فرمایا ہے، اُنہی کی کوششوں سے احکام پر عمل کا شوق و ولولہ، مسابقت بالخیرات کا پاک جذبہ اور قلوب میں بشاشت، طمانیت، تازگی، روح میں بالیدگی، عبادتوں میں اخلاص تہذیب نفس اور طہارت اخلاق ریاضت و مجاہدہ کا ذوق پیدا ہُوا، اسی لیے قرآن حکیم نے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصف تزکیہ کو مخصوص طور پر زبان وحی سے نظر انداز نہیں فرمایا، پیغمبر کی صحبت میں جو تزکیہ حاصل ہوتا تھا اور چشم زدن میں جس طرح کایا پلٹ جاتی تھی، بعد کے زمانہ میں مصلحین و مجددین اُمّت میں وہ بات پیدا نہیں ہو سکی، مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ تزکیۂ نفس کی دولت کے بعد بھی سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ سے حاصل کیا جاتا رہا ہے۔ لہٰذا جو جماعت آج یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہماری جماعت کا اثر قبول کرنے کے بعد ابتدائی مرحلہ میں انسان کے اندر تقویٰ اور احسان کی کیفیّت پیدا ہونے لگتی ہے وہ عمر بھر تزکیۂ نفس کی تربیت پانے بلکہ دینے والوں میں بھی نظر نہیں آتی بدترین قسم کی گمراہی بددینی اور پرلے سرے کی زندیقیت ہے اور اسی موقعہ کے لیے فرمایا گیا ہے۔

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

بہرکیف اہل اللہ اور علماء سلف کا امتیازی وصف یہ رہا ہے کہ تزکیہ اور تطہیر کی خدمت دین اور قربت خداوندی کا ذریعہ سمجھا اور بتدریج تزکیہ بھی ایک مستقل فن بن گیا اور ہر زمانہ میں اطباء اُمّت نے قلوب و ارواح کا علاج کیا اور اس طب نبویؐ میں اصلاحات کرتے رہے۔ علوم و فنون پر ایک

بڑی تعداد نے توجہ کی جس کے صلہ میں سینکڑوں ہزاروں کتابیں دُنیا کے کُتب خانوں اور لوگوں کے حافظوں کے لیے زینت بنیں، مگر ان کتابوں کے عملی برکات اور ثمرات و نتائج کی زندہ تصویریں رہتی دنیا تک کے لیے نہ صرف اہل اللہ اور ارباب قلوب ہی نے چھوڑیں جس کی طرف خصوصی توجہ حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ نے فرمائی اس وجہ سے اور بھی کہ اس طرف سے بے نیازی ولاپرواہی انکار و اعتراض روز بروز بڑھتا جارہا تھا اور علماء حق صوفیائے کرام کی تذلیل و توہین ایک مستقل مشغلہ بن گیا تھا۔ آپ نے مسند رشد و ہدایت کو اس شان سے سجایا کہ بعد سیّد احمد شہیدؒ دوسری کوئی نظیر ہندوستان پیش نہ کرسکا آپ کے روحانی کمالات میں یقین اور مشاہدہ کی کیفیت اتنی واضح اور ابھری ہوئی تھی کہ جس کا اندازہ لگانا بڑا ہی دشوار تھا، اسی کی کمی اور اسی کے فقدان سے دُنیا کی کوئی کل دُرست نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، یہ مشاہدہ اور ذوق و شوق کی کیفیت عبودیت اور انابت الی اللہ کی حقیقی سرمستی باطن کو اس طرح سنوار دیتی ہے کہ پھر مجمع اور بازار شور و شغف اور پلیٹ فارموں کی بھیڑ اس کے تصورِ ذات میں مانع نہیں ہوسکتی جس شخص کے اندر عبادت کا ذوق اور اس میں انہماک کامل درجہ پر نہیں ہوتا اور وہ اس کی حقیقی ذات سے محروم ہوتا ہے ایسا شخص کسی کے قلب کی بیماری کو دُور کرنے اور اس کے روح کے علاج سے قاصر ہے۔ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ کا سارا سرمایۂ کمال ذکر اللہ مناجات و نوافل کی کثرت میں مضمر تھا یہ ذکر اور عبادت آپ کے معمولات زندگی بن گئے تھے اور ہر حالت میں آپ پوری جمعیت خاطر سے ادا فرماتے تھے۔

غرض تعلق باللہ کی اسی لازوال دولت کو لے کر ہر محاذ زندگی پر آپ جم گئے اور غنائے قلب کی سرمدی دولت سے سرشار ہو کر کوئی ایسا میدان نہ تھا جس کو مسکراتے ہوئے طے نہ فرمایا ہو۔ ہمارے اسلاف کی زندگی میں ذکر اللہ تعلق باللہ کو جو درجہ حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں، آج کون ہے جو اس احسانی کیفیت سے بھرپور ہے اور کون ہے جس کو اپنے مولیٰ پر اس درجہ بھروسہ رہا ہو، ذکر اللہ اور نوافل کی کثرت اور تعلّق باللہ کہاں نہیں ہے مگر اس کے اندر جو اصلی رُوح اور زندگی یا اس سے جو اصلی زندگی اور طہارت قلب حاصل ہونا چاہیے وہ کہاں ڈھونڈھا جائے اور مشاہدۂ جمال کا نظارہ کہاں کیا جائے۔ تعلّق باللہ اور تعلق مع خلق اللہ حضرات انبیاء علیہم السّلام کی پوری زندگی کا موضوع تھا تعلق باللہ کی حلاوت اور اس کی غیر معمولی طاقت سے جس طرح مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ آراستہ تھے اسکا

مخالف و موافق سب کو اعتراف ہے۔ جس کا اجمالی ذکر اُوپر کیا جاچکا ہے۔

اسی طرح تعلق مع خلق اللہ کے لیے جو جدّ و جہد سعی اور کوشش آپ نے کی ہے۔ ہندوستان کی پون صدی شہادت کے لیے بس ہے، جوانی کی وہ حسین راتیں جو حجلۂ عروسی کی زینت ہوا کرتی ہیں وہ مالٹا سے لے کر ہندوستان کی جیلوں پہ نثار ہوگئیں۔ مولانا کی جاں نثاری اور ملک کے ساتھ والہانہ قربانی کا یہ اثر ہوا کہ داخلی اور خارجی راہ سے جتنے فتنے اُٹھے اور اُن کی موجیں اور اس کے شرارے جنہوں نے آسمان پیمائی میں کسر نہ اُٹھا رکھی مگر وہ سب حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مقناطیسی قوت اور آپ کے قدموں میں آکر ختم ہوگئے، مخلوق الٰہی کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کیا تعلق تھا اس کا اندازہ لگانا اب محال کے درجہ پر پہنچ چکا ہے، اس ناچیز اور گستاخ بارگاہ مدنیؒ کے خادم کو ایک بار تہجد میں یہ کیفیت بھی دیکھنے میں آگئی کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں اور زبان مبارک پر اُمّت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خیرخواہی کے ساتھ انتہائی جوش اور ولولے میں یہ شعر جاری ہے۔

چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے
مگر دیگراں را رہائی شدے

رونگٹے کھڑے ہوگئے، زمین پیروں سے نکل گئی، سناٹا چھاگیا، چپکے سے چلا آیا۔

بتاؤ مخلوق الٰہی کے ساتھ اس سے بڑھ کر ثبوت کسی اور کی زندگی میں کس نے شمار کیا ہے اگر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بولی میں سننا چاہتے ہو تو سُنو، فرماتے ہیں کہ لطائف ثلاثہ یعنی عقل، قلب نفس جب عبودیت کاملہ میں شرابور ہو جاتے ہیں تو اس کا حال محو ہو جایا کرتا ہے جس کا ذکر شعر میں ہوا ہے، اس کو حق ہے کہ یہ فرمائے۔

ادین بدین الحب انی توجھت
رکائبہ فالحب دینی وایمانی

روحانی کمالات حضرت مدنی قدس سرہ کے امتیازی اوصاف میں سے تھے

سورۂ توبہ میں آیت ۱۱۲ کے تحت جو علمی اور عرفانی افادات امام الہند حضرت مولانا آزاد مدظلہ نے فرمائے

ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ مہمات معارف میں سے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"جب کوئی انسان درستی و ہدایت کی راہ میں قدم اُٹھائے گا تو قدرتی طور پر پہلا مقام توبہ و انابت ہی کا ہوگا۔ یعنی پچھلی غفلتوں اور گمراہیوں سے باز آئے گا اور آئندہ کے لیے ان سے بچنے کا عہد کرے گا اور اپنے سارے دل اور ساری رُوح سے اللہ کی طرف رجوع ہوجائے گا اور یہی توبہ کی حقیقت ہے پھر اگر توبہ سچی ہوگی تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ کی بندگی و نیازمندی کی سرگرمی پیدا ہوجائے گی، پس یہ دوسری منزل ہُوئی یہ سلوک ایمانی کا دوسرا طبقہ، پھر چونکہ عبادت گزاری کی زندگی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ فکر اور ذکر کا مقام حاصل ہوجاتے اور ملکوت السمٰوات والارض کے مشاہدہ و معرفت کا دروازہ کھل جاتے۔ اس لیے تیسری منزل تحمید و تسبیح کی منزل ہُوئی، یعنی اللہ کی حمد و ثنا ر کے جوش سے معمور ہوجانے کی منزل کو ما خلقت ھذا باطلا۔ پھر اگر توبہ و انابت کا تنبہ عبادت کا ذوق اور تحمید و تسبیح کا ذوق کامل درجہ کا ہے تو ممکن نہیں کہ وہ مومن صادق کو چین سے گھر میں بیٹھنے دے، ضروری ہے کہ وطن و مکان کی اُلفت کی زنجیریں ٹوٹیں اور سیر و سیاحت میں قدم سرگرم ہوجائیں، پس یہ چوتھی منزل ہُوئی اور السائحون کا طبقہ چوتھا طبقہ ہُوا۔

ان چار منزلوں سے جو کاروان عمل گزر گیا۔ اس نے اصلاح نفس کی مسافت طے کرلی، پس اب پانچویں منزل الراکعون الساجدون کی ہُوئی۔ یعنی بندگی و نیاز مندی میں پورے ہوگئے اور اللہ کے آگے سر نیاز ہمیشہ کے لیے جھک گیا، اب آمرون بالمعروف والناھون عن المنکر کا مقام اُنہیں حاصل ہوجائے گا، یعنی اپنی تعلیم و تربیت کا معاملہ پُورا کرکے دوسروں کے لیے معلّم و مربّی ہوجائیں گے، چنانچہ چھٹی منزل یہی ہُوئی اور اسی سے آخری منزل کے ڈانڈے مل گئے کہ الحافظون لحدود اللہ کا مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر اُن کے تمام اعمال حدود الٰہی کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، وہ خود اپنے اعمال میں بھی حدود اللہ کی کامل نگہداشت رکھتے ہیں، اور اپنے وجود سے باہر بھی اُن کے نفاذ و قیام کی نگہبانی کرتے ہیں"۔ (ترجمان القرآن سورۂ توبہ)

مذکورہ بالا حقائق و معارف کی روشنی میں جب ہم نے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور آپ کے اعمال کا جائزہ لیا تو ہمیں قرآنی نشاندہی کی پُوری پُوری صداقت آپ کے اندر ملتی ہے، چنانچہ آپ کی فکری حالت ایسی عبادت گزار نہ ہوگئی تھی کہ آپ جو کچھ بھی سُنتے اور جو کچھ بھی کرتے اور جو

کچھ بھی کہتے سب میں ایک عابدانہ رُوح کام کرتی نظر آتی اور حدیث قدسی:

اولئک غرست کرامتھم بیدی، یعنی ان کی عزت کا پودا مَیں نے اپنے ہاتھ سے لگایا، اور جس کو مشہور حدیث قدسی میں اس طرح ادا فرمایا گیا ہے۔

"میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مَیں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اُس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو اُس کو دوں گا، اگر مجھ سے پناہ چاہے تو پناہ دوں گا۔" حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو یہ وجاہت اکتسابی کا مقام حاصل تھا، کیونکہ روحانی مقبولیت و کمال کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں ایک وہ مقبول و کمال جو خواص سے شروع ہو کر عوام تک پہنچے اور دوسرا وہ جو عوام سے شروع ہو اور اُس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا کمال اور قبول علامت مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا کیونکہ حدیث قدسی میں جو مضمون علامت مقبولیت اور کمال روحانیت آیا ہے وہ یہ ہے کہ اوّل بندہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، پھر وہ ملاء اعلیٰ کو محبّت کا حکم دیتے ہیں اور ملاء اعلیٰ اپنے سے نیچے والوں کو یہاں تک کہ وہ حکم اہلِ دُنیا تک آتا ہے اور جو ترتیب ملاء اعلیٰ میں تھی اسی ترتیب سے اس کی محبّت بھی دنیا میں پھیلتی ہے کہ پہلے سب سے اچھے لوگوں کو محبّت ہوتی ہے۔ اس کے بعد دوسروں کو پس جو مقبولیت اور وجاہت اس کے برعکس ہوگی وہ دلیل مقبولیت نہ ہوگی۔

جب جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا ہے تو اوّل وہ لوگ معتقد ہُوئے جو اس زمانہ کے سب سے اچھے لوگ تھے اس کے بعد وہ لوگ تھے جو ان سے کم تھے اور اخیر میں اچھے اور بُرے سب زیرِ اثر آگئے، اسی آئینہ میں مدعیان اقامت دین اپنے چہرہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ خواص اُن کے ماننے والے ہیں یا عوام۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کمالات کا یہ ادنیٰ پرتو تھا کہ دن بدن آپ کی مقبولیت اور شہرت بڑھتی گئی اور آخری زندگی میں تو یہ کیفیّت ہو گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دفعتہً اپنے بندوں کے قلوب عموماً اور عُلماء وصلحاء کے خصوصاً آپ کی طرف پھیر دیے ہیں، باہر سے کثرت سے دعوت نامے آتے رہتے اور باوجود غیر معمولی پیرانہ سالی اور مشاغل تدریسی کے بطیب خاطر سفر کو گوارا فرماتے

تھے اور یہ آپ کی ایسی کھلی ہُوئی کرامت اور آپ کا روحانی کمال تھا کہ جس کی نظیر صدرِ اوّل کے سوا ہم کو نہیں ملتی ہے۔ یہ سفر تنہا ایک عبادت نہ تھا بلکہ بہت سی عبادتوں کو اپنے دامن میں لیے ہُوئے ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ پر سفر کو اسی طرح آسان کر دیا تھا جس طرح حضرت داؤد علیہ السّلام پر لوہے کو نرم کردیا تھا، آپ جہاں سے گزرتے باران رحمت کی طرح سرسبزی و شادابی بہار اور برکت چھوڑ جاتے ایک روشنی کا مینار تھا کہ جدھر سے نکل پڑتے روشنی ہی روشنی ہوجاتی، لوگوں میں اتّباع سُنّت کا شوق اور عبادت کا ذوق بڑھ جاتا۔ مساجد میں رونق اور گھروں میں ایمان کی لہر دوڑ جاتی، ہزاروں پاپیوں گنہگاروں کو توبہ اور اپنے اعمال کی خرابیوں کو دُور کرنے کا احساس پیدا ہوجاتا، چنانچہ . . . آسام بانس کنڈی کے اندر ایک دن میں چھ ہزار افراد کا آپ کے دستِ مُبارک پر بیعت کرنا ایسا اہم واقعہ ہے کہ پُوری ہندوستان کی تاریخ میں کوئی ایک نظیر بھی اپنے علم میں نہیں ہے۔ اور سب سے بڑا کمال روحانی یہ ہے کہ باوجود موانع اور مشکلات کے عزم و عمل میں استواری اور ایثار و تحمّل کے ساتھ سارے مرحلے طے کرنا یہ آپ کی غیر معمولی کرامت اور استقامت کا محیر العقول کرشمہ تھا۔

اے کہ تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

مکارم اخلاق

حضرت مولانا مدنی نوراللہ ضریحہ کے روحانی کمالات میں ایک خاص چیز آپ کے اخلاق و عادات کا درجہ ہے، خُلق ایک ملکہ ہے جس سے بلا غور و فکر افعال حسنہ بسہولت صادر ہوں، بخل اور لالچ، کینہ و حسد، سخت کلامی و فحش گوئی و طعنہ زنی سے بچنا اور نرمی و درگذر و مروّت و سیرچشمی سے پیش آنا، احباب و اقارب کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بدی کے مقابلہ میں نیکی سے پیش آنا وغیرہ اخلاق کے مظاہر ہیں، انبیاء علیہم السّلام میں یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے، رُوح کی حفاظت اور تکمیل اخلاق سے ہوتی ہے، انبیاء علیہم السّلام فطری طور پر عقل کامل، حکمت اور اخلاق حسنہ لیکر دُنیا میں آتے ہیں، مگر ان کے وارث اور جانشین عمدہ اخلاق کو کسب و مجاہدانہ ریاضت و نفس کشی سے حاصل کرتے ہیں۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بلندی اخلاق کو قرآن نے ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

بیشک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی شرح انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق سے کر دی ہے، نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کامل ترین مومن وہ ہے کہ جس کے اخلاق بہتر ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میزان عمل میں خوش خلقی سے وزنی کوئی شے نہ ہوگی، ان تصریحات سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جن خوش نصیب لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شرف زیارت کی سعادت نصیب ہوچکی ہے وہ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ محاسن اخلاق کے پیکر مجسم اور روحانیت کے پیکر بے مثال تھے۔ نہایت حلیم و متین، صابر اور متوکل سخی اور حق گو راضی برضا حق، محب ملک وملّت ہمدرد بنی آدم رقیق القلب، کریم النفس، نمود و نمائش سے دُور، اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ اسی اخلاق نبوی ؐ کا روحانی پرتو تھا، چنانچہ آپ سے ملنے کے لیے کسی صاحب و دربان کے توسط اور پروانہ راہداری کی ضرورت نہ تھی۔ ہر وارد و صادر کے لیے آپ کا آستانہ اور آپ کی مجلسیں یکساں طور پر کھُلی رہتی تھیں، ان حضرات کے کام و دہن آج تک لذت آشنا ہیں۔ جنھوں نے آپ کی کبھی بھی صحبت اُٹھائی ہے، اتنی حسین زندگی اور بہشتی صحبت شاید اب چشم فلک کو بھی مدّتوں ہی کے بعد دیکھنا نصیب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ ہو۔ آپ کے کاشانۂ فقر میں شاہ و گدا، غلام اور آقا برابر تھے، اپنی خوش اخلاقی بے نفسی اور سادگی اور بے تکلفی کی وجہ سے آپ دُنیا کے ہر طبقہ میں مقبول تھے جس کا اندازہ لگانا بہت ہی مشکل ہے اس لیے آپ کی موت کا غم عوام اور خواص کو یکساں طور پر ہوا، اور نہ جانے کتنے گھر آپ کی اعانت سے محروم، کتنے یتیم مغموم اور کتنی بیوہ اور رانڈ عورتیں زندگی بھر کے لیے سوگوار ہوگئیں۔ سینکڑوں مفلس اور نادار آج بے سہارا ہوگئے۔ ایسے روحانی کمالات بزرگوں کے ساتھ ہزاروں لاکھوں، بلکہ کروڑوں کے سکون رخصت ہوجاتے ہیں اور پھر روحانی دُنیا سونی ہوجاتی ہے۔

ایجاد فکر و شعور

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص شعور اور ایک خاص فکر کے موجد تھے، مگر اسی کے

ساتھ آپ کی ذات میں ایسے سیاسی اور غیر سیاسی اُمور جمع ہو گئے کہ آپ کا اصلی کمال بہتوں کو نظر نہ آیا۔ اُنھوں نے "الاعتقاد خیر من الانتقاد" کو ایک بے معنی اور صوفیانہ حسن عقیدت کہہ کر آپ تک آپ کی ذات پر ناروا بلکہ زیادہ تر جاہلانہ اعتراض ہی کے اندر اپنے باطنی کمالات کا اظہار کیا اور آج بھی اذکرو امحاسن موتاکم تعلیم الاسلام سے صریح اعراض اور چشم پوشی ہے اور دعویٰ ہے، انبیاء کی نیابت کا۔

بشارتیں اور رویاءِ صالحہ

حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کے روحانی کمالات میں بشارت اور رویائے صالحہ کا ایک بنیادی مقام ہے۔

آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔

ذهب النبوة و بقيت المبشرات قالوا وما المبشرات يا رسول الله قال الرويا الصالحه يراها المومن او ترى له

من رأني المنام فقد رأني فان الشيطان لايتمثل بي (صحاح)

کشف والہام اور رویاءِ صالحہ اگر مخالف قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس صحیح وجلی کے نہ ہو تو اس پر عمل کرنا باتفاق جائز ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اور قصہ ناقوس جس کا تذکرہ ابتداء اذان کے سلسلہ میں آتا ہے اس سے استدلال کیا ہے۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عبداللہ بن زید رضؓ کے خواب کو حق فرمانا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ان کلمات کو اذان میں پکارنا وغیرہ، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ایسا ہی خواب دیکھنا اور آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیان کرنا ثابت ہے اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد غسل دینے میں صحابہؓ کے اندر اس بات کا اختلاف ہوا کہ اسی کپڑے کے اندر غسل دیا جائے یا برہنہ کر کے غسل دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طرح کی غنودگی طاری فرمائی اور اس میں صحابہؓ کو یہ آواز سُنائی دی کہ کپڑے ہی کے اندر غسل دیا جائے جس کو بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، یہ بات ثبوت کے لیے

کافی ہے کہ رویاء صالحہ کو بھی دین میں فضیلت ، مزیت اور اہمیت حاصل ہے ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بیعت ہونے کے بعد ہی سے برکات کا سلسلہ اور فیوض اکابر طریقت میں اپنے اندر محسوس کرنے لگا تھا۔ بالخصوص جب سے باالتزام ذکر مدینہ منوّرہ میں کرنے لگا تھا حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اکابر نے ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ عرصہ سے تقریباً سو برس سے یا اس سے زائد سے ہندوستان میں برکات ذکر و شغل اُٹھ گئی ہیں یا اُٹھتی جاتی ہیں وہ فیض جو زمانہ قدیم میں حاصل ہوتا تھا اب نہیں ہوتا۔ حرمین شریفین میں فیض بدرجہ اتم موجود ہے۔
(او کما قال)

بہرحال مدینہ منوّرہ زید شرفًا میں سلسلہ رویائے صالحہ وغیرہ بکثرت جاری رہا۔۔ خواب میں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابہ کرام رض ، اولیاء عظام ، ائمہ فخام اور جناب باری عزاسمہ کو بارہا دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ (نقشِ حیات، ج: اوّل ص۱۰۱)

ان اٹھارہ رویا صالحہ کا ذکر آپ نے کتاب مذکور میں بتفصیل فرمایا ہے جس سے بہت کچھ آپ کے کمالات روحانی کو جانا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ بھلا جس ذات گرامی کے ذکر و شغل کا یہ عالم ہو کہ مسجد نبوی میں قبر مُبارک کے سامنے گھنٹوں ذکر کرتا رہے ، لوگوں کے شرم کی وجہ سے باہر مدینہ کے جنگل مسجد الاجابۃ اور کھجوروں کے جھنڈوں میں تنہا بیٹھ کر ذکر اور فکر میں ایک مُدّت گزار دے اسے نہ معلوم کیا کچھ نہ ملا ہو گا اور نہ معلوم کتنے روحانی کمالات کی جامع آپ کی ذات رہی ہو گی، شیخ ما ایں دارد آں نیز ہم سچ فرمایا گیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مدینہ طیبہ کی زندگی

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کمالات میں سے آپ کی مدنی زندگی ہے ، فیوضات حرمین اور بالخصوص اٹھارہ سال تک حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں بیٹھ کر اور خود صاحب کتاب و سُنّت کے زیر نظر رہ کر کتاب و سُنّت کا درس دینا اور اپنے عرفان و فیضان کے دائرہ کو عرب

سے عجم تک وسیع کر دینا جس سے بلاواسطہ ہندوستان پاکستان، برما، ملایا، سیام، افغانستان، تاشقند، سمرقند، بخارا، سماترا، جاوا، ہند چینی، جنوبی اور مشرقی افریقہ کی سرزمینوں کو سیراب ہونے کا موقع ہاتھ آیا، یہ خصوصی کمال کسی ایسے مستقبل کی غمازی کر رہے تھے جس سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کسی اور کو سوائے حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ شرف و مجد نہ حاصل ہو سکا۔ گنبد خضرا کے انوار و برکات کی براہِ راست تلقی یہ وہ ذروۂ سنام اور علو و رفعت مقام کا شاہکار ہے کہ صرف مخصوص بندوں ہی کو بخت و اقبال کی اس فیروز مندی سے نوازا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات حرمین محترمین کے بارے میں جو کچھ ہیں اس پر کبھی اقامت دین کے مدعیوں اور امارت و قیادت کے مبلغ و مناروں نے سوچا ہے۔ فرماتے ہیں اور وصیت کرتے ہیں:۔

مارا بدست کہ حرمین محترمین رویم و روے خود را براں آستانہا مالیم

ہم مسلمانوں کے لیے ناگزیر ہے کہ حرمین ہم جایا کریں اور اپنے چہروں کو ان آستانوں پر جاکر ملا کریں۔

سعادت ما ایں است و شقاوت ما در اعراض ازیں

ہماری سعادت اسی میں ہے اور ہماری بدبختی اس مسلک سے روگردانی میں ہے۔

اس وصیت پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان سے زیادہ کس نے عمل کیا اور اس صلہ میں جو عظمت و جلالت شان حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی آخر اس پہ بھی غور کیا گیا ہے سُنّت اللہ یُوں ہی جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو صحیح امامت اور وراثت انبیاء کے مقام پر لانا چاہتا ہے تو پردۂ غیب سے ایسے اسباب اور داعی فراہم کر دیتا ہے کہ جو زور دار اور محض قلمی پروپیگنڈوں سے حاصل نہیں ہُوا کرتے۔

مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے ایسے مواقع بہم پہنچائے جو روز روز کسی کو نہیں ملا کرتے، فرق آپ میں اور دوسروں میں یہی رہا کہ آپ نے اس موقع سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھایا، جان جوکھم میں ڈال کر اپنے کو خدمت ملک و ملّت کے لیے وقف کر دیا، اور جس وقت سے ہوش سنبھالا اور میدان جہاد میں کفن بردوش نکل پڑے تو زندگی کے آخری سانسوں تک اسی عزم و متانت ہمّت و شجاعت سرفروشی و جانبازی کے ساتھ قائم رہے، غنڈہ گردی اور فرقہ پرستی کی موجوں کے رُخ بدل دیئے اور غیروں کے

تشدد کو ہنس ہنس کر برداشت کر گئے اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں پھر کر انسانیت اور شرافت کا سبق دیا، احساسِ کمتری جاتا رہا۔ یہ ایک انقلابی مجاہد ہی کر سکتا ہے اور وہ بھی وہ مجاہد جو یقین اور مشاہدہ کی نعمت سے معمور ہو اور ذکر اللہ اس کا شعار زندگی رہ چکا ہو، ایسا ہی روحانی بزرگ دُنیا کے ہر ازم کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

حضرت خواجہ اجمیریؒ کے تنقیدی اُصول اور حضرت شیخ الاسلامؒ

حضرت سلطان الہندؒ خواجہ اجمیری کے سچّے جانشین ہمارے مرشد حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ تمام اوصاف اور کمالات وغیرہ کی مماثلت کا یہاں موقع نہیں اس کے لیے احباب کو انتظار کرنا ہوگا خواجہ اجمیری کے ایک ارشاد کو پیش کر کے فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ارشاد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں وہ ولی کامل اللہ کا محبوب اور روحانی کمالات کا منبع و سرچشمہ ہے۔

(۱) دریا کی سخاوت ہو یعنی تمام مخلوقات اس سے نفع اُٹھائے اور کسی کے لیے اس کی فیض رسانی محدود نہ ہو۔

(۲) سورج کی طرح شفقت رکھتا ہو، یعنی جس کی روشنی عامۂ خلائق کے لیے یکساں ہو۔

(۳) زمین کی سی تواضع ہو، یعنی ہر ایک کے لیے اس کی آغوش محبت کھلی ہوئی ہو۔

یہی قول حضرت پیران پیر شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ــــــ فتوح الغیب میں موجود ہے۔ ہم پوری ایمانداری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ خصائل و عادات پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح عمل کر کے دُنیا کو دکھا دیا چشم فلک نے شاید ہی کسی دوسرے کو اس ہندوستان میں دیکھا ہو، اس اللہ کے بندے اور پاک باز بزرگ نے بلا تفریق من و تو اشرار اور ابرار کی اصلاح کی طرف توجہ مرتے دم تک رکھی اور خدا نے بڑی مدد فرمائی، چنانچہ آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین اور آپؒ خلفاء کی صالح جماعت زمین کا نمک ہے اور آپ کے روحانی کمالات کی زندہ کتابیں ہیں۔ شیخ العرب والعجم رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح موقف و مقام آپ کے سوا کس پر صادق آتا ہے۔ اللہ اکبر کتنے ہزار

شاگرد کتنے سو مجازین اور کتنے لاکھ مریدین کا سمندر ربع مسکوں کے اندر پھیلا دیا ہے مگر آج دُنیا کو افسوس ہورہا ہے کہ اتنا بڑا بزرگ کامل، عارف اور شیخ طریقت مدّتوں ہمارے اندر رہا اور اس طرح رہا کہ ذرا بھی اگر کسی کو اس کے کمال کا پتہ چلا یا اُس کی روحانی کیفیّت کا احساس ہُوا تو فوراً ٹال گیا اور کمال اخفاء کے ساتھ ذہن کا رُخ اور طرف کر دیا اور اپنے کو اس طرح ظاہر کیا کہ گویا کچھ نہیں تھا، جنھوں نے جان لیا تھا اور اس کی اداؤں کو سمجھ لیا تھا۔ الحمدللہ وہ محروم نہیں رہے اور نہ پھر اس نے اُن کو محروم رکھا۔ غرض سعادت ازلی اور حصول کمالات کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ آدمی کے اندر سے بہیمیت ختم ہو، اور ملکیت کو فروغ ہو، تاکہ اس کا روحانی انتشار مختلف اسباب کے تحت دُنیا میں جلوہ افروز ہو، اب اگر اس کی صُحبت نصیب ہو تو اُس کو غنیمت بار دہ سمجھے اور پھر اس کے اوضاع و اطوار کو اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے :

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

اہل اللہ اور کاملین کا یہ بھی خاصہ رہا ہے کہ وہ اپنے کمالات کو اس مستعار کی طرح سمجھتے ہیں ہمیشہ اَدب کی راہ چلتے ہیں اور بندگی کی راہ سے باہر نہیں جاتے۔ فخر و غرور کا اُنکے دروازہ پر گذر نہیں ہوتا۔ خاک کی طرح خاموش نہ آگ کی طرح پُر شور، گم گشتگان بادۂ ضلالت سے اپنے کو دُور نہیں رکھتے، دین میں مداہنت روا نہیں رکھتے۔ غرض ان کا سرمایۂ کمال اطاعت الٰہی اور فوز و فلاح اتباع نبویؐ میں منحصر ہوتا ہے ، یہ اتباع نبویؐ ہمارے مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات کا مرکز فقط رہا ہے۔ تفصیل پھر کبھی سامنے آئے گی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراف کمال کی سب سے بڑی شہادت

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی اور آپ کے علمی اور روحانی کمالات پر دو رائیں نہیں ہیں، بلکہ سب کو اعتراف ہے۔ حتّٰی کہ ان کو بھی جو سیاسی اعتبار سے مختلف رہے۔ ہر جماعت کے بزرگ کی رایوں کو یہاں جمع کرنے سے بہتر یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کے بعض خلفاء اور مجازین کے چند اقوال کو جس کو اُنھوں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے نقل کر دیا جائے۔

(۱) حضرت مولانا قاری محمدّ طیّب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں۔

بھائی مَیں ان جیسی (مولانا مدنی رح جیسی) ہمّت مردانہ کہاں سے لاؤں "۔ مَیں مولانا حسین احمد صاحب کو اُن کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدین جانتا ہُوں، البتّہ مجھے ان سے حجّت کے ساتھ اختلاف ہے۔ اگر وہ حجّت رفع ہوجائے تو مَیں ان کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کو تیّار ہوں

(۲) حضرت مولانا خیر محمّد صاحب جالندھری خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ "ہمارے اکابر دیوبند کے اندر بفضلہ تعالیٰ کچھ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، چنانچہ شیخ مدنی رح کے دو خداداد خصُوصی کمالات ہیں، جو ان میں بدرجہ اتم ہیں۔ ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں ہے۔ دوسرے تواضع، چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے

(۳) مولانا عبدالمجید بچھرایونی خلیفہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار سُنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اپنی موت پر بھی فکر تھا کہ بعد میں باطنی دُنیا کی خدمت کرنے والا کون ہے، مگر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر تسلّی ہُوئی کہ یہ دُنیا ان سے زندہ رہے گی۔

بہرحال "ایں رشتہ بانگشت نہ پیچی کہ دراز است"

اگر وقت نے مساعدت کی اور توفیق الٰہی نے رہبری فرمائی تو اس طرح کے جملہ اوصاف کمالات اور آپ کی خدمات کو الگ الگ عنوانات کے تحت واضح کیا جائے گا۔

حضرت شیخ سے فیض پانے والے

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ چشتیہ کے خاتم تھے آپ کے روحانی کمالات میں سے یہ بات بھی تھی اور اس طرح کی باتیں شیخ کامل ہی کے اندر ہُوا کرتی ہیں کہ اس کی بارگاہ میں ہزاروں لاکھوں آتے رہتے ہیں، مگر فیض انہیں کو پہنچتا ہے جو تبدیلی کے ارادے سے آتا ہے اور دل کو تنقیدات سے سے پاک کر کے مجاہدہ اور نفس کشی اس کے پیشِ نظر ہوتی ہے، چنانچہ اچھے اچھے فلسفی اور انشا پرداز آتے مگر آستانہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و برکات سے آخر تک محروم رہے، حالانکہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان کاملین میں سے تھے جن کے روحانی کمال اور قوی توجّہ سے کائنات کی تکوین میں اثر

پڑتا رہتا ہے۔ ممکن ہے کسی کو میری اس بات سے تکدر ہو کہ بھلا تکوینیات کے اندر اثر کے کیا معنی ؟ تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ دُعاء اور افسوں کا اثر اور نظر لگنا وغیرہ محض قوی توجہ اور پست ہمتوں کی توجہ سے ہو جاتا ہے پھر اہل اللہ کی توجہ کا کیا کہنا ؟ اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے کہ کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور، یا مُلّا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور تو پھر اہل اللہ اور وہ حضرات جو حقیقت میں جاسوس القلوب ہیں، حمیّت دین اور عزیمت کے مقام پر متمکن ہیں ان کے مقابل دون ہمت تاویلات کے ذریعہ رُخصت پر عمل کرنے والے اور پروپیگنڈہ ہی جن کے کاموں کی برتری کی دستاویز ہو وہ کیسے ہم مرتبہ ہو سکتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

شیخ العرب والعجم کی آخری زندگی کے کاموں کی تفصیل اور اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت

اس میں ذرا بھی شُبہہ نہیں کہ آپ کی توجہ (۱) دار العلوم دیوبند (۲) جمعیۃ عُلماء اور (۳) ہندوستان کے عام باشندوں کے ساتھ زیادہ تھی، لیکن فی الحقیقت یہ مختصر سی بات آپ کی پُوری زندگی کی پُوری روداد ہے جس کی تفصیل میں جانا ہمارے لیے اس وقت ممکن نہیں، البتہ یہی پروگرام اَب بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ خلفاء اور مریدین کے پیشِ نظر رہنا عین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کام ہوگا، اور آپؒ کی روح کو حد درجہ مسرّت ہو گی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تنہا ذات ایک مستقل ادارہ تھا اور ایک دَور کی مکمّل تاریخ تھی۔ اس تاریخ کے اوراق کو منتشر نہ ہونے دیا جائے، بلکہ یہ پُورا گلدستہ اور اس کی عطر بیزی ہمارے مشامِ جاں کے لیے روحانی غذا بن جائیں۔ خلفاء اور مجازین اپنی ذمّہ داری کو محسوس کریں، اگر تمام متوسلین حضرتؒ نے دار العلوم اور جمعیۃ علماء ہند کی طرف ذرا بھی فرض شناسی کو راہ دی تو یہ ادارے اپنی یتیمی کو جلد بھول جائیں گے۔ مجازین اور خلفاء کو راستہ بتانا خضرِ راہ کو راستہ دکھانا ہوگا، لیکن النصح لکل مسلم کے تحت مجھ کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میرے بھائیو مجھ کو دوسروں کے خلفاء اور مجازین کا تلخ تجربہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ اور سلف صالحین کے طریق کار کے خلاف فرقہ بندی اور طائفی عصبیت کے شکار ہو چکے ہیں اور

من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ ونصح للّٰہ فقد استکمل الایمان کو نظر انداز کر کے مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کے لیے صرف ایک ہی جماعت اور پارٹی کافی ہے وہ اللہ کی پارٹی ہے۔ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔

اس لیے ہمارا طرزِ عمل اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہونا ضروری ہے ہم کو کسی سے نفرت تکدر اور تنگ نظری نہ رکھنا چاہیے اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو پھر ہم اور دوسروں میں فرق نہ ہوگا اور ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نہ ہوں گے بلکہ کسی اور کے ہوں گے

(۳) تیسری چیز ذکر اللہ کا چرچہ اور اس کی تلقین ہے، گویا یہ ایک زنجیر ہے جو اہلِ حلقہ کے دلوں کو باہم دگر جوڑ دیتی ہے اور یہ سلسلہ درجہ بدرجہ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تک منتہی ہوتا ہے، اس حلقہ میں داخل ہو جانے کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ یہ چیز ہے کہ جس وقت اس کی زبان زمزمہ سنج ذکر ہوتی ہے تو تمام اولیاء کی ارواح اس ذکر میں اس کی ہمنوائی کرتی ہیں اور زنجیر کے ایک حلقے کی حرکت گویا پوری زنجیر کو جو اسکے شیخ سے لے کر حضرت خاتم النّبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم تک وسیع ہے متحرک کر دیتی ہے اور یہی ذکر حسب ارشاد رب العباد الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، طمانیت اور سکون کی لازمی دولت ہے، اس سے معمور ہو کر اور ذکر اللہ میں سرگرم رہ کر ہی قلب کے اندر ہر اچھے کام کا داعیہ ہمّت اور توانائی محسوس ہوتی ہے اور کوئی چیز اس سے ذکر کی برکت کو نہ تو دُور کر سکتی ہے اور نہ بڑے سے بڑا ہمالیہ اُس کی راہ کو روک سکتا ہے

حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر اسی ذکر کا ایسا اثر تھا کہ ہمہ تن ذکر بن کر انسانوں کو اللہ کی راہ پر لگا دیا حتّٰی کہ نباتات تک میں آپ نے اپنے روحانی مذاق کا ثبوت دے دیا، چنانچہ وطن مالوف ٹانڈہ شریف اور دیوبند کے اندر جو چمن بندی فرمائی ہے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق کے ساتھ ساتھ آپ کے پاک جذبہ کی آئینہ دار ہے کسی کے پوچھنے پر کہ آپ کو طرح طرح کے درختوں اور نادر قسم کے پھولوں سے بڑی دلچسپی کیوں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ بظاہر تو یہ فوائد سب کو نظر آنے چاہییں کہ بصارت کو تقویت اور دماغ کو بشاشت اور ہوا کے اندر صفائی ہوتی ہے مگر اس پر کسی کی نگاہ نہیں ہے کہ یہ تمام پودے اور درخت ذکر اللہ میں ہر وقت لگے ہوئے ہیں۔ پورا گھر اور پوری فضا نغمہ سرائی اور یاد باری میں مصروف ہے سبحان اللہ وبحمدہ کیا ہی وجد آفریں بات اور دل کی دُنیا میں کتنی انوکھی اور نادر عرفان باری کی گل باریاں ہیں۔ بقول عارف "گر نویسم شرح این بے حد شود" ے

اے دل صبور باش کہ دربار گاہ دوست خاموشی تو عرض تمنائے دگر است

الحاج سید امین گیلانی

تم اگر پردہ اُٹھا دو تو نظارا کر لوں

جی میں آتا ہے کہ دُنیا سے کنارا کر لوں / موت تک جیسے بھی بن آئے گزارہ کر لوں

اپنی قسمت کو سمجھ کر مَیں رضائے مولا / کیوں نہ روشن یونہی قسمت کا ستارا کر لوں

رازداران حقیقت کی یہی ہے تاکید / جب بھی ٹوٹے میری توبہ تو دوبارا کر لوں

جز خدا ٹوٹنے والے ہیں سہارے سارے / کیوں نہ پھر ایک خدا ہی کا سہارا کر لوں

مَیں تو غسّال کے ہاتھوں میں ہوں مثلِ میّت / کس طرح پہلو بدلنے کا بھی چارہ کر لوں

مطمئن دل نہیں ہوتا ترے کوچے کے سوا / چاہے میں سیرِ سمرقند و بخارا کر لوں

اُن کی مرضی ہے کریں کوئی مداوا، نہ کریں / جو بھی غم دیں وہ خوشی سے مَیں گوارا کر لوں

اِک گزارش ہے کوئی ضد تو نہیں مثلِ کلیمؑ / تم اگر پردہ اُٹھا دو، تو نظارا کر لوں

سارے دُکھ ساری پریشانیاں، سارے صدمے / بھول جاتے ہیں، تصوّر جو تمارا کر لوں

بات کرنا تو بڑی بات ہے مَیں اُن کے حضور / یہ بھی ممکن نہیں ادنیٰ سا اشارا کر لوں

جاں لے کر بھی اگر دید کا وعدہ جو کریں
مَیں تو سو جاں سے یہ منظور اِجارا کر لوں

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا بیان

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

دین میں جن کاموں کے کرنے کو کہا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں ان کو معروف یعنی نیکی کہا جاتا ہے اور جو کام ایسے ہیں جن کا کرنا دین میں منع ہے ان کو منکر یعنی بُرائی کہا جاتا ہے۔ معروف میں فرائض، واجبات سنن اور مستحبات سب داخل ہیں۔ اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی و تنزیہی) سب داخل ہیں

کسی دوسرے کو نیکی کے کام کی تلقین کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں اور دوسرے کو بُرائی کے کام سے روکنے کو نہی عن المنکر کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص کسی منکر اور بُرائی کو ہوتا دیکھے تو اس پر لازم اور فرض ہے کہ وہ اُس کو اوّلاً زبان سے روکے اور نہ مانے تو اپنی قوّت بازو سے روک دے مثلاً کسی کو شراب پیتے دیکھا تو اُس سے شراب چھین کر بہا دے، کسی کو موسیقی سُنتے دیکھا تو موسیقی کے آلات توڑ دے کسی کو دوسرے کی چیز غصب کرتے دیکھا تو غاصب سے غصب شُدہ چیز لے کر مالک کو واپس دلا دے۔ اسی طرح اور بُرائیوں کو ان کے اپنے طریقے سے روک دے۔ حکمران اور اصحاب اختیار اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کو اور والد اپنی اولاد کو اپنی قوّت بازو سے بُرائیوں سے روک سکتے ہیں۔

اگر بُرائی کرنے والا مثلاً زیادہ قوّت والا ہو اور دیکھنے والا اس کو اپنی قوّت بازو سے بُرائی نہ روک سکتا ہو تو اپنے قول سے یعنی اس کو وعظ و نصیحت کر کے اور اس کو اس گناہ پر وعید سُنا کر اس بُرائی اور گناہ سے روکنے کی کوشش کرے۔

اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو اور یہ ڈر ہو کہ زبان سے منع کرنے پر بُرائی کرنے والا اس کو قتل

کردے گا یا کوئی اور شدید نقصان پہنچائے گا تو کم از کم دل سے بُرا سمجھے۔

مسئلہ: کسی بُرائی سے روکنے کے لیے اہلِ محلّہ یا اہلِ علاقہ بُرائی کے مرتکب کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں کہ اس سے بات چیت بند کر دیں اور اس سے کوئی تعلّق نہ رکھیں، البتّہ اس کو مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھنے نہ روکیں۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کو فرائض و واجبات ترک کرتے دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ ترک کرنے والے کو امر بالمعروف یعنی نیکی کی تلقین کرے۔ یہ فریضہ بھی ہر شخص کی قدرت و استطاعت کے مطابق ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص فرض نماز ترک کرتا ہے تو اصحابِ حکومت و اختیار اس کو قید کر سکتے ہیں اور دیگر اصحاب اختیار بھی اپنے ماتحتوں کو مجبور کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مجبور نہیں کر سکتا تو اُس کو نصیحت کر سکتا ہو تو نصیحت ہی کرے اور اگر اس کو بھی قوّت نہ ہو تو اس کے نیکی کے ترک کو دل سے بُرا سمجھے۔

مسئلہ: اگر متعدّد آدمیوں نے کوئی بُرائی ہوتے دیکھی یا کوئی نیکی ترک ہوتے دیکھی اور اُن میں سے ایک نے نہی عن المنکر یا امر بالمعروف کیا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر قدرت کے باوجود کسی نے نہ روکا نہ تلقین کی تو سب گناہگار ہوں گے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نے بُرائی ہوتے دیکھی اور وہ خود اس بُرائی میں مُبتلا ہے یا کسی نیکی کا ترک ہوتے دیکھا اور وہ شخص خود اس نیکی کے ترک میں مُبتلا ہے تو اس پر دو باتیں لازم ہیں ایک یہ کہ خود اس بُرائی کو ترک کردے اور دوسری یہ کہ جس شخص کو بُرائی کرتے دیکھتا ہے اس کو بھی منع کرے۔ یاد رہے کہ نیکی کا ترک بھی بُرائی ہے۔ اگر خود چھوڑنے سے پہلے دوسرے کو منع کرے گا تو یہ بھی درست ہے اور وہ ذمّہ داریوں میں سے ایک کو پُورا کرتا ہے لیکن اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ خود بھی فوراً توبہ کرلے۔

مسئلہ: فرائض اور واجبات کی تلقین کرنا اور حرام و مکروہ تحریمی سے روکنا فرض ہے جبکہ مستحبات اور نوافل کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: مستحبات کی تلقین میں مطلقاً نرمی کرنا چاہیے اور واجبات کی تلقین میں اوّلاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ضروری ہے کہ جس بات کی تلقین کرنی ہو اُس کا پُورا اور صحیح علم تلقین کرنے والے کو حاصل ہو۔ اگر ایسی بات سامنے آئے جس کا خود کو پُورا علم نہ ہو تو یا تو پہلے علم حاصل کرلے یا کسی دوسرے صاحبِ علم شخص کو تلقین کرنے کو کہہ دے۔

مسئلہ:۔

(۱) اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر لوگ اس کی بات کو قبول کرلیں گے تو اس وقت اس پر حق بات کی تلقین واجب ہے اور اُس کا ترک کرجائز نہیں۔

(۲) اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین پر لوگ اس کو سب وشتم کریں گے یا مار پیٹ کریں گے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا تو اس وقت اس کو تلقین نہ کرنا بہتر ہے۔

(۳) اگر اس کو اطمینان ہو کہ وہ لوگوں کی مار پیٹ وغیرہ برداشت کرلے گا اور کسی سے شکایت نہیں کرے گا تو اس صورت میں حق کی تلقین اور بُرائی سے روکنے میں کچھ حرج نہیں اور اس کا یہ اقدام جہاد شمار ہوگا۔

(۴) اگر اندیشہ یا یقین ہو کہ حق بات کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر قتل کردیا جائے گا اور اس کے باوجود اس نے حق کی تلقین کی اور قتل کردیا گیا تو شہید ہوگا۔

(۵) اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے، لیکن اس کو لوگوں سے سب وشتم اور مار پیٹ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اختیار ہے چاہے حق کی تلقین کرے چاہے نہ کرے، البتہ تلقین کرنا افضل ہے۔

(۵) مسئلہ:۔ جب نفع سے نا اُمیدی کی صورت میں ترکِ تلقین کو اختیار کرے تو اس وقت یہ بھی واجب ہے کہ بُرائی کے ارتکاب کرنے والے سے محبت اور میل جول بھی ترک کردے الا یہ کہ کسی موقع پر سخت ضرورت ہو۔

مسئلہ: حق کی تلقین میں حکمت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ مخاطب کی اصلاح ہو یہ نہ ہو کہ مخاطب مزید گمراہی میں پڑ جائے۔

دعوت و تبلیغ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہٹ کر ایک اور شعبہ دعوت الی الخیر یعنی قرآن و سُنّت کی اتباع کی دعوت دینے کا ہے۔ یہ دعوت کافروں کو بھی ہے اور مُسلمانوں کو بھی ہے۔ مُسلمانوں کو دین کے احکام و اخلاق کی دعوت ہے اور کافروں کو اسلام و ایمان کی دعوت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مُسلمانوں میں ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہو جس کا وظیفہ ہی یہ ہو کہ وہ اپنے قول و عمل سے دُنیا کو قرآن و سُنّت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سُست یا بُرائی میں مُبتلا دیکھے تو اُس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور بُرائی سے روکنے میں اپنی قدرت کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہری ہے کہ یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھنے اور قرآن و سُنّت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں اور یہ وہی ہو سکتے ہیں جو عُلماء حق ہوں۔ متبع سُنّت ہوں، شرک و بدعت سے دُور ہوں اور دین کے اُصول و فروع سے کماحقہ باخبر ہوں اور نفس کی شرارتوں سے بچتے ہوں۔

مسئلہ: ایسے عُلماء کا وجود خود اُمّت پر اور ہر علاقہ والوں پر فرض کفایہ ہے۔ اگر مُسلمانوں کی حکومت اپنی ذمّہ داری سے ایسے عُلماء کی تیاری اور ہر علاقہ میں بقدر ضرورت اُن کی فراہمی کا بندوبست کرے تو بہت اچھا ہے ورنہ ہر علاقہ کے مُسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بقدر ضرورت عُلماء تیار کریں یا کم از کم کسی دوسری جگہ سے عُلماء کو بلوا کر اپنے ہاں رکھیں اگر کسی علاقہ کے سب لوگ اس سلسلے میں غفلت کریں تو سب گناہگار ہوتے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ لوگ یہ ضرورت پُوری کر دیتے ہیں تو باقی سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ہر شہر اور قصبہ میں عام عُلماء کے علاوہ ضرورت کے بقدر ایسے عُلما کا ہونا بھی ضروری ہے جو تمام علوم و شرائع کے ماہر ہوں اور جو اسلام کے عقیدوں اور اسلام کے اُصول و مسائل کے بارے میں پیدا ہونے والے یا پیدا کیے جانے والے شبہات کا ازالہ کر سکیں اور اشکالات کو حل کر سکیں۔

مسئلہ: عُلماء کے موجود ہونے کے بعد دعوت الی الخیر ان کی ذمّہ داری ہے جس کی مختلف صورتیں ہیں۔

مُسلمان عوام کی تعلیم و تربیت

(۱) اس کے لیے درس کے حلقے قائم کرنا، وعظ کرنا، لوگوں کو دین کے مسائل و اخلاق سکھانا، قرآنِ پاک کی تعلیم کا انتظام کرنا، تزکیہ نفس کی تعلیم دینا یہ سب باتیں دعوت الی الخیر میں داخل ہیں پھر اس کے لیے وہ چاہیں زبانی دعوت دیں خواہ فرد فرد سے یا لوگوں کے اجتماع سے یا تحریر کے ذریعے دعوت۔ یعنی دین کے مختلف احکام سے متعلّق کتابیں اور رسالے لوگوں کے لیے لکھیں یہ بھی دعوت ہی کا حصّہ ہے

(۲) دعوت الی الخیر کا کام کرنے والی جماعت کے تسلسل کو قائم رکھنے اور محفوظ رکھنے کی تدبیر کرنا، چونکہ دعوت کا کام اصل میں عُلماء کا کام ہے اس کے لیے دعوت کے کام کو جاری رکھنے کے لیے عُلماء کو تسلسل سے تیار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے مدارس کو قائم کرنا اور وہاں تعلیم دینا بھی دعوت و تبلیغ کا حصّہ ہے۔ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے یہ نیت رکھتے ہوں کہ پڑھنے سے فارغ ہوکر امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے تو یہ پڑھنا بھی تبلیغ ہے

(۳) کافروں کو اسلام کی دعوت دینا، جن کافروں کو ایک مرتبہ تبلیغ ہو چکی ہو خواہ ان میں اسلام کی شہرت ہو جانے سے ہو اُن کو تبلیغ کرنا فرض نہیں البتّہ مستحب ہے۔

(۴) گمراہوں کو راہِ حق کی دعوت دینا اور اُن کی گمراہیوں اور اُن کے شُبہات کا جواب دینا علاوہ ازیں جب گمراہ لوگ مُسلمان عوام میں اپنی گمراہیاں پھیلانے کی سعی کر رہے ہوں اس وقت مُسلمانوں کو گمراہوں کی گمراہی کی حقیقت بتانا اور مُسلمانوں کے دین کی حفاظت کی کوشش کرنا اُن کو دین پر قائم رکھنا ہے جو دعوت ہی کا ایک حصّہ ہے۔

دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار

(۱) مُسلمان دین کے احکام و اخلاق کے مطابق زندگی گذاریں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سُنّتوں پر عمل کریں تو اُن کی یہی بات بہت سے کافروں کے لیے اسلام میں رغبت کا باعث ہوگی۔

(۲) علاوہ ازیں وہ اگر کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اور دین کی بُنیادی اور موٹی موٹی باتیں بتائیں

اور دین اسلام کی حقانیت کے کھلے کھلے دلائل سمجھائیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

(۳) اگر علماء کم ہوں یا علماء تو بہت ہوں، لیکن ان کی جانب سے دعوت کے کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو فکرمند علماء دعوت کے کام میں مسلمان عوام سے کام لے سکتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ کام لینے والے علماء ہوں اور وہ جن سے کام لیں اُن کی ضروری تعلیم و تربیت کریں اور ان کو اس بات کا پابند کریں کہ جتنی بات اُنہوں نے سیکھی ہے اسی کے دائرہ میں رہ کر دعوت کا کام اور دعوت کی بات کریں اور اِدھر اُدھر سے لی ہوئی باتوں کو ازخود اختیار نہ کرلیں۔

کافروں کو اسلام کی دعوت دینے میں بھی مسلمان عوام کو ضروری تعلیم و تربیت کے بعد ان سے بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کیلیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں

(۱) جتنی دعوت دینی ہے اس کے متعلق ضروری باتوں کا علم حاصل ہو۔

(۲) اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت ہو۔

(۳) جس کو دعوت دینی ہو اس کے لیے دل میں ہمدردی اور شفقت کا جذبہ ہو اور اُس کو نرمی اور شفقت سے دعوت دے۔

(۴) دعوت دینے والے میں صبر اور برداشت کی قوّت ہونی چاہیے۔

(۵) دعوت دینے والا خود باعمل ہو۔

اجتماعی اصلاح یا دینی انقلاب کی دعوت لے کر اُٹھنے والی جماعت

ایسی ہر جماعت کے بارے میں اوّلاً اس کے سربراہ اور امیر کو دیکھا جائے گا کہ کیا اس میں اس کام کی اہلیّت پائی جاتی ہے یا نہیں۔ چونکہ اجتماعی اصلاح اور کسی معاشرے میں دین کو جاری و ساری کرنا کارِ نبوّت ہے اس لیے اس کے واسطے اوصافِ نبوّت کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں کہ اس شخص نے دین کے اُصول و فروع کا اہلِ حق علماء سے باقاعدہ علم حاصل کیا ہو اور اہل اللہ کے پاس تزکیہ نفس کیا ہو یہاں تک کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔ اگر کسی جماعت کے امیر

میں یہ دونوں باتیں یا اُن میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو اس کی جماعت سے تعلّق رکھنا یا اس میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت کی غلطیوں سے بچتے ہوئے اُس کے ساتھ مل کر اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے دین کا کام کریں گے۔ یہ فکر اور سوچ بنیادی اعتبار سے ہی غلط ہے۔

مُسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام

جب تک حکومت کُھلے کُھلے کُفر کا حکم نہ کرے اس وقت تک اس کے خلاف مسلح اقدام جائز نہیں البتّہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل چلتا رہنا چاہیے، البتّہ جب وہ کُھلی کُفر کی باتوں کا حکم کرنے لگے تو اس وقت اس کے خلاف مسلح اقدام بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

(۱) ایسی جماعت کا امیر اہلِ حق عالم ہو، دین کے اُصول و فروع کا صحیح علم رکھتا ہو اور اُس نے اپنے نفس کا تزکیہ اس درجہ تک کر لیا ہو کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔

(۲) جماعت کے افراد نیک اور صالح ہوں اور اتنی تعداد میں ہوں کہ امیر کو اپنی کامیابی کی اُمّید ہو۔

(۳) امیر کو یہ بھی اطمینان ہو کہ اگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو گیا تو نقصان فقط اس کا اور اُس کی جماعت کا ہوگا۔ دوسرے اہلِ اسلام اور اسلام کا ضرر نہیں ہوگا۔

موجودہ حالات میں دعوت و تبلیغ کا کام

ہمارے دَور میں سارا نظام ہی بے دینی اور بد دینی پر چل رہا ہے۔ حکومت کا بھی یہی حال ہے اور عام طور سے عوام کی بھی یہ روش ہے۔ بہت سے دین سے تعلّق رکھنے والے بھی صرف ایک حد تک دین پر چلتے ہیں اور باقی کاموں میں وہ بھی آزاد ہیں۔ غرض دین مغلوب ہے اور بے دینی و بد دینی کو فروغ حاصل ہے اور اسی کا چرچا ہے۔ لاعلمی اور جہالت بھی عام ہے۔ گمراہیاں بھی اپنے عروج پر ہیں۔ غرض حالات دین کے مقابلہ میں کُفر کے زیادہ قریب ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو تفصیل اُوپر دی گئی ہے وہ ان حالات میں زیادہ مفید اور مؤثّر نہیں۔ اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ جہاں اور جتنے درجے تک ہو اس پر تو عمل کرنا ضروری ہوگا، البتّہ جہاں یہ مفید نہ ہو وہاں دعوت کے طریقے سے کام کرنا ہوگا یعنی نرمی اور شفقت سے سمجھانا اور اُن

کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور اُن کو برداشت کرنا۔

علاوہ ازیں عام بے دینی کی فضا میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے مسلمان عوام سے دعوت کا کام لینے کی ضرورت ہے البتہ اُن کی ضروری تعلیم و تربیت سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔

عورتوں کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا

عورتوں کے کام سے متعلق موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:

(۱) عورتوں پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے۔

(۲) دین کی نشر و اشاعت میں مالی امداد کر سکتی ہیں۔

(۳) جن کے مرد دعوت کا کام کر رہے ہوں وہ اپنی طرف سے اُنکو بے فکر رکھیں اور بچّوں کی دیکھ بھال بھرپور طریقے سے کریں۔

(۴) پاس پڑوس کی بچّیوں کو قرآن پاک اور ضروری دینی تعلیم دے سکتی ہیں۔ بلکہ پاس پڑوس کی بڑی عمر کی عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کر سکتی ہیں۔

(۵) کبھی کہیں کچھ عورتیں جمع ہوں، خواہ ایک خاندان کی ہوں یا متفرق ہوں کچھ دین کی بات کر سکتی ہیں یا کوئی معتبر کتاب مثلاً فضائل اعمال یا بہشتی زیور یا تحفہ خواتین وغیرہ میں سے کچھ پڑھ کر سنا سکتی ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے کام میں نکلنے کیلیے والدین کی اجازت

اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور اُن کی خدمت کرنے والی اور اولاد نہ ہو تو ان کو چھوڑ کر تبلیغ بلکہ جہاد کے لیے بھی نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر اُن کی خدمت کے لیے اور اولاد ہو یا اُن کی خدمت کی ضرورت ہی نہ ہو اور اس شخص کے نکلنے سے اُن کا کچھ حرج نہ ہو تو اجازت مانگنے پر والدین محض اپنی دین سے دُوری کی وجہ سے یا دینی مصلحتوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے منع کریں تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

مولانا مشرف علی صاحب تھانوی لاہور

بر وفات حسرت آیات حکیم محمد شریف جگرانویؒ

۸ صفر ۱۴۲۰ھ سوموار

نبّاضِ مُلک و ملّتِ بیضا چلا گیا
وہ قوم کے دُکھوں کا مُداوا چلا گیا

بخشی تھی جس کے ہاتھ میں اللہ نے شفا
کہہ دو یہ قوم سے کہ مسیحا چلا گیا

اس فن میں اس کی مثل اب آتا نہیں نظر
یکتائے رُوزگار تھا تنہا چلا گیا

حاذق، طبیب فاضل تعلیم دیوبند
فن کا امام ارسطو کا بیٹا چلا گیا

غم سے نڈھال بزم طبیباں خموش ہے
وہ فنِ طب کا گوہر یکتا چلا گیا

ہشتم صفر بوقتِ سحر روز سوموار
خُلدِ بریں میں کرنے بسیرا چلا گیا

تھا نام بھی شریف مجسّم شریف نفس
عارف شرافتوں کا وہ ہیرا چلا گیا

ہندوستان کے مسلمانوں کو اس ملک میں عبرت و تنبیہ کے جو وسائل حاصل ہیں وہ اور ملکوں کے مسلمانوں کو حاصل نہیں۔ یہاں کی در و دیوار ان کے لیے ایک صدا سرزنش ہے جس کو اگر سُنیں تو کسی وقت بھی وہ چپ نہیں ان کے ساتھ کی رہنے والی قومیں اپنی جدّوجہد اور اعمال میں ہر وقت ان کے لیے ذخیرہ عبرت و موعظت ہیں اور اپنی ہر حرکت میں ان کے جمود کے لیے ایک تازیانہ رکھتی ہیں، لیکن قدرت نے جب دیکھا کہ غفلت شکنی کے لیے ——————— یہ چیزیں بھی کافی نہیں تو بالآخر (تقسیم بنگال) کی تنسیخ کے کوڑے کی ایک ایسی ضرب محکم لگائی جس کی چوٹ زخم بن کر برسوں تک مندمل نہ ہوتی اور اُس کی ٹیک سے ہر وقت عبرت کا سبق یاد آتا رہتا۔ ہمارے عقیدے میں (برٹش گورنمنٹ) کے آغاز حکومت سے لے کر آج تک اگر فی الحقیقت مسلمانوں پہ کوئی عظیم الشّان احسان کیا ہے تو وہ یہی ہے کہ (تقسیم بنگال) کو منسوخ کر دیا اور اس طرح خود بتلا دیا کہ ہم تک پہنچنے کے لیے صراطِ مستقیم کیا ہے، مگر مسلمانوں کو اپنی بدبختی پر رونا چاہیے کہ ضرب اخری بھی بالکل بے نتیجہ رہی اُن کا نشۂ ضلالت اس ترش گھونٹ کو بھی بالآخر ہضم کر گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ چوٹ ایک ایسا گہرا زخم بن کر رہ جاتی جو کبھی مندمل نہ ہوتا اور ہمیشہ اُس کی ٹیس سے بے قراری بڑھتی رہتی، لیکن ہم کو اب تک اس سے زیادہ کچھ نظر نہیں آیا کہ مکتب کے شریر اور سخت جان لڑکوں کی طرح بید کی ضرب کھا کر ایک دو مرتبہ پیٹھ کھجلا تو ضرور لی ہے لیکن زخم ایک طرف نیل کا کوئی نشان بھی نہیں جس کے لیے کم از کم ہلدی اور چونے کے لیپ کی تو ضرورت ہوتی

اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ھم یذکرون (۹: ۱۲۸)

(الہلال ۴ اگست ۱۹۱۲ء)

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

اَلْفَضْلُ مَا شَہِدَتْ .....

"عرصہ ہُوا یو پی اسمبلی میں بجٹ سیشن کے موقع پر مسٹر بالیوال نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ " ہمارے اسکولوں میں تعلیم پانے والے طلبہ جب اپنے مقصد میں ناکام ہوتے ہیں تو قطب مینار سے کود کر یا کسی پل سے چھلانگ لگاکر جان دے دیتے ہیں، کیونکہ انھیں جینا نہیں سکھایا جاتا، اُن کے سامنے زندگی کا کوئی آدرش (مقصد) نہیں"

اس کے برخلاف میرے ہی حلقہء انتخاب میں دیوبند ایک قصبہ ہے جہاں ایک عربی یونیورسٹی دارالعلوم کے نام سے قائم ہے، جہاں کا طالب علم معمولی خوراک کھاکر اور معمولی لباس پہن کر تعلیمی زندگی گزارتا ہے اور جب فارغ ہوتا ہے تو ملک کا ایک اچھا شہری بنتا ہے، حکومت پر بوجھ نہیں بنتا بلکہ خود کفیل ہوتا ہے"۔

"یہ شہادت ہمیں بتاتی ہے کہ جدید تعلیم گاہوں کے مقابلہ میں دینی مدارس کی کیا اہمیّت ہے"۔[1]

---

[1] روزنامہ الجمعیت دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۸۰ ص ۱۰۰

جذبۂ ہمدردی

"ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ آپ نے (زائد) کپڑے اُتارے ہوئے ہیں اور (سردی کی وجہ سے) کانپ رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ اے ابونصر ایسے وقت میں تو اور زیادہ کپڑے پہنتے ہیں جبکہ آپ نے اُتار کر رکھ دیے ہیں؟ فرمایا: مجھے فقراء یاد آگئے (کہ اُن پر کیا گزرتی ہوگی) چونکہ میرے پاس مال تو ہے نہیں کہ اُن کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرسکوں سوچا کہ اتنی ہمدردی کرلوں کہ اُن جیسا ہوجاؤں۔"[1]

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کا واقعہ پڑھتے ہوئے راقم الحروف کو اکابر اہلِ سُنّت میں سے حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ (م:) کا واقعہ یاد آگیا۔ عجیب واقعہ ہے آپ بھی سُنیے: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کا زنانہ مکان اور نشست گاہ دونوں خام مٹی کی بنی ہوئی تھیں۔ ہر سال برسات کے موقع پر اُس کی لپائی پتائی ناگزیر تھی جس میں کافی پیسے اور وقت خرچ ہوتا تھا، ایک مرتبہ میں نے کہا کہ حضرت جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں اگر ایک مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کرلیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہوجاتے اور ہمیشہ کے لیے اس محنت سے نجات ہو۔

فرمایا: ماشاء اللہ بات تو بہت عقل کی کہی ہم بُوڑھے ہوگئے ادھر دھیان ہی نہ آیا، یہ فرما کر پھر جو اصل حقیقت تھی وہ بتلائی کہ میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں، میں اگر اپنا مکان پکا بنالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے مکان پکے بنواؤں، اس

---

[1] تذکرۃ الاولیاء فارسی ج:۱ ص:۱۰۸

وقت معلوم ہُوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہوسکتی، چنانچہ اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہیں کیا جب تک پڑوسیوں کے مکان پکّے نہیں بن گئے"[1]

زندہ جنازے

"ابوعلی مصریؒ سے منقول ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس نے مُردوں کو نہلانا دھلانا اور کفن وغیرہ تیار کرنا مدّتوں سے اپنا شیوا بنا رکھا تھا۔ یہ شخص اتّفاق سے ایک دن میرے یہاں آگیا اور مَیں برسبیل تذکرہ اس سے پُوچھ بیٹھا کہ تم نے اب تک ہزاروں مُردے نہلائے دھلائے اور کفنائے دفنائے ہونگے بھلا اس سلسلے میں کبھی کوئی خاص واقعہ بھی دیکھنے میں آیا؟

اس نے جواب دیا کہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات پیش آچکے ہَیں کہ کہیں آپ ان سے دوچار ہو جائیں تو ہوش بھی بجا نہیں رکھ سکتے۔ مجھے ایسے واقعات سُننے کا بڑا شوق تھا اس لیے مَیں نے اس سے خواہش کی کہ اچھا تمہارے خیال میں جو سب سے اہم واقعہ گزرا ہو وہ بیان کرو، چنانچہ وہ کہنے لگا۔

ایک مرتبہ دن کا وقت تھا اور پانی برس کے صاف ہُوا ہی تھا کہ ایک گندمی رنگ کا قبول صُورت نوجوان سفید براق سے کپڑے پہنے ہُوئے میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے یہاں ایک جنازہ ہے ذرا اسے چل کر نہلا دو۔ میں فوراً اس کے ساتھ ہولیا۔ کچھ ہی دُور گیا ہوں گا کہ اُس کا مکان آگیا اور وہ اُس میں داخل ہوگیا۔ مَیں باہر کھڑا سوچ رہا تھا کہ شاید وہ پردہ وغیرہ کرا رہا ہوگا اور اب عنقریب آواز دے کر بلالے گا، مگر اُمیّد کے برخلاف تھوڑی ہی دیر

---

[1] نقوش وتأثرات، ص: ۵۰

کے بعد بجائے اس کے ایک نوجوان عورت روتی ہُوئی دروازے پر آئی اور آڑ میں کھڑی ہو کر پُوچھنے لگی کیا تم ہی نہلانے کے لیے آئے ہو۔ میں منتظر تو تھا ہی فوراً بول اُٹھا۔ ہاں۔ بہرحال وہ مجھے اندر بلا لے گئی۔ اَب آپ سے کیا کہوں کہ مَیں نے وہاں جاکر کیا دیکھا مَیں نے دیکھا کہ جو شخص مجھے بلاکر لایا تھا وہی خود سکرات کے عالم میں پڑا ہُوا ایڑیاں رگڑ رہا ہے اور کفن وغیرہ سب سِلا سِلایا اور خوشبوؤں سے معطر اس کے سرہانے رکھا ہُوا ہے

یہ منظر دیکھتے ہی گویا میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ مَیں ابھی اچھی طرح اپنے ہوش وحواس ٹھکانے بھی نہیں کر پایا تھا کہ اس نے میرے سامنے دو تین ہچکیاں لیں آنکھیں اُلٹی پلٹی اور اس دُنیا سے اللہ اللہ کرتا ہُوا رُخصت ہو گیا۔ میں حیرت میں ڈُوبا ہُوا تو ضرور تھا مگر جان گیا تھا کہ یہ شخص خُدا کا کوئی پاک بندہ ہے اور اس کو اپنی موت کا پہلے سے علم ہو گیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ لرزتے ہُوئے ہاتھوں اور کپکپاتے ہُوئے دل کے ساتھ اُٹھا اور جنازے کی شکل میں سب کام ٹھیک کر دیے۔ اس کے بعد یہ لڑکی جو متوفی کی بہن تھی، جنازہ کے قریب آئی اور چادر سے مونہہ کھول کر بوسہ لیتے ہُوئے کہنے لگی۔ جاؤ بھائی! فی امان اللہ! میں بہت جلد تمہارے پاس آرہی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ میری طرف متوجہ ہُوئی اور بہت ہی میٹھے لفظوں میں شکریہ ادا کرتی ہُوئی بولی اگر آپ کی اہلیہ بھی اس کام سے واقف ہوں تو ذرا ان کو میرے پاس بھیج دیجیے گا۔

اس کے جملے اس قدر خوف وا ثر میں ڈوبے ہُوئے تھے کہ ایک دم میرا دل سُن سا ہو گیا۔ خاص کر یہ محسوس کر کے کہ شاید بھائی کی طرح اسے بھی اپنی موت کا پہلے ہی سے حال معلوم ہو گیا ہے۔ شام کو گھر لوٹ کر مَیں نے سارا قصّہ اپنی اہلیہ سے بتلاتے ہُوئے وعدے کے مطابق اس کو ملانے کے لیے چلا گیا۔

اس مرتبہ جب میں وہاں پہنچا ہوں تو دروازہ اندر سے بند تھا اور آواز دینے پر بھی

لڑکی آئی اور میری اہلیہ کو اندر لے گئی۔ میری اہلیہ کہتی ہیں کہ جیسے ہی میں اس کے ساتھ گھر کے صحن میں داخل ہوئی ہوں وہ اچانک قبلہ رخ دھم سے زمین پر گر پڑی۔ میں یہ سمجھی کہ شاید وہ بے ہوش ہو گئی ہے مگر قریب گئی تو معلوم ہوا کہ اُس کی رُوح بھی قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آج بھی ان دونوں بھائی بہن کی قبریں ایک ہی جگہ پر برابر ہی برابر بنی ہوئی ہیں اور سب کو اتحاد و اخوّت کا سبق دے رہی ہیں۔ (اسلامی تاریخی کہانیاں)[1]

ہماری عبادت کی حقیقت؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ عرب میں قحط پڑا اور پانی تک بالکل خشک ہوگیا ایک بدّو تھا اوّل تو وہ یوں بھی معاش نہ رکھتا تھا پھر اس پر قحط کی وجہ سے اور بھی تنگی میں مبتلا ہوگیا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ آخر گھر میں کب تک بیٹھو گے، کہیں نکلو کچھ کماؤ، اس نے کہا جب مجھ کو کوئی ہُنر نہیں آتا تو کہاں جاؤں اور کہاں جاؤں گا.. .. بیوی نے کہا خلیفہ بغداد کے پاس جاؤ اور حاجت پیش کرو، غرض حاجت کے لیے کسی ہُنر کی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا یہ ٹھیک ہے مگر خود خلیفہ کے پاس جانے کے لیے کچھ تحفہ چاہیے سو تحفہ کیا لے جاؤں، کہنے لگی یہ گاؤں میں جو تالاب خشک ہوگیا ہے اور گڑھے میں کچھ پانی رہ گیا ہے بس اسی کا پانی لے جاؤ بھلا ایسا پانی خلیفہ کو کہاں نصیب، وہ یہ سمجھتی تھی کہ بغداد میں بھی ہمارے گاؤں کی طرح پانی نہ رہا ہوگا۔ سچ کہا۔ واقعی خلیفہ کو ایسا سڑا ہوا پانی کیوں ملنے لگا۔ غرض وہ پانی اُس نے گھڑے میں بھرا، یہ سر پر رکھ کر سیدھا بغداد خلیفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو خلیفہ تک پہنچایا گیا۔ سر پہ سڑے ہوئے پانی کا گھڑا

---

[1] ماہنامہ ندائے شاہی فروری ۱۹۹۳ء ص۱۸

جسے بیوی نے خُوب اچھی طرح بند بھی کر دیا تھا۔ رکھا ہُوا خلیفہ کے سامنے پہنچا اور جاتے ہی گھڑا تخت پر خلیفہ کے رکھ دیا۔ خلیفہ نے کے پُوچھا یہ کیا ہے۔ کہنے لگا ھٰذَا مَاءُ الْجَنَّۃِ ، یہ جنّت کا پانی ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ کھولو کھولا گیا تو سارا دربار سڑ گیا مگر خلیفہ ایسا کریم النفس تھا ناک بھنوں بھی نہیں چڑھائی۔ خلیفہ کی تہذیب کے اثر سے سارا دربار خاموش رہا۔ خلیفہ نے خدمت گار کو حکم دیا کہ لے جاؤ اسے ہمارے خزانہ میں رکھو اور ان کا گھڑا خالی کر کے اشرفیوں سے بھر دو۔ اور اُن کی خوب خاطر مدارات کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

جب رخصت کا وقت آیا حکم ہُوا کہ واپسی میں انہیں دجلہ کے راستے سے ان کے گھر روانہ کرو۔ اشرفیوں سے گھڑا بھرا جانا اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ کا تو مصداق تھا مگر اس نے جو دِجلہ دیکھا اور اُس کے پانی کی لہریں اور ٹھنڈی ہواؤں کا لُطف نظر آیا پھر تو اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا کہ جس کے قبضہ میں اتنا بڑا دریا ہے اُسکے دربار میں مَیں نے یہ ہدیہ پیش کیا؛؛

یہ حکایت بیان کرنے کے بعد حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں۔

"پس اسی طرح ہماری اور آپ کی عبادت ہے آپ جس وقت آخرت میں خزائنِ اعمال انبیاء کے دیکھیں گے تو آپ کو اپنے اعمال پر نظر کر کے شرم آتے گی، تو ان اعمال پر ناز کاہے کا۔ بلکہ وہاں تو اعمالِ کاملہ فاضلہ کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْكُمْ خدا کو تمہاری کچھ حاجت نہیں یہ تو ان کی عنایت ہے کہ ان اعمال کی توفیق دے دی تو ہمیں چاہیے کہ ان کی نعمتِ توفیق پر نظر کریں نہ کہ اپنے عمل اور خدمت پر ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی　　مِنّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

(تم یہ احسان مت رکھو کہ بادشاہ کی خدمت کر رہے ہو، بلکہ بادشاہ کا احسان مانو کہ اس نے تمہیں اپنی خدمت کے لیے قبول کر لیا ہے۔)"[1]

---

[1] حضرت تھانوی رح کے پسندیدہ واقعات ص: ۱۶۸

زبان کا محاسبہ

مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ فرماتے ہیں۔

"روس کے ایک حساب دان نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ ہم دن میں اگر دس گھنٹے جاگتے ہیں تو وقت کے تین گھنٹے بیس منٹ بولنے میں صرف کرتے ہیں۔ زبان سے ایک منٹ میں پچاس الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اس طرح ہر گھنٹے دو ہزار لفظ ہماری زبان استعمال کرتی ہے اور اس بولنے والی میعاد (۳ گھنٹے ۲۰ منٹ) میں ہم ۲۷ سے ۳۰ ہزار تک الفاظ بول جاتے ہیں، اب سال بھر کی بولی کی میزان اگر آپ چاہتے ہیں تو اس کی روزانہ کی تعداد کو ۳۶۵ سے ضرب دیجیے (۳۰،۰۰۰×۳۶۵ = ۱،۰۹،۵۰،۰۰۰ = ایک کروڑ ۹ لاکھ، پچاس ہزار الفاظ ایک سال کے بنے")

اگر عمر شریف ۶۰ سال تک پہنچ چکی ہے تو اسکے حاصل ضرب کو ۶۰ سے ضرب دیجیے تاکہ میزان کل ۶۰ سال کی عمر کی بولی ہوتی حاصل ہو۔ اور اگر اتفاق سے کوئی صاحب زیادہ باتونی یا بکّی قسم کے واقع ہوئے ہیں یا اُنکا پیشہ ہی تقریر و خطابت ہے تب تو کئی لاکھ کے اعداد آسانی سے کروڑوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس فرمان کو یاد کر لیجیے کہ ادھر بندہ کی زبان سے کوئی لفظ ادا ہوا کہ اُدھر پہرہ دار یا نگہبان نے اسے لکھ لیا اور سوچیے کہ جواب عمر بھر میں ادا کیے ہوئے ان کروڑوں لفظوں میں سے ایک ایک کا دینا ہو گا۔ آپ اسکے دسویں بیسویں سَوویں، ہزارویں اور لاکھویں حصے کے لیے بھی تیار ہیں؟ جواب کا مطالبہ ٹل نہ سکے گا نہ اسکے لیے کوئی مہلت ملے گی اور نہ جواب میں حیلہ سازی یا سخن سازی کی گنجائش کسی حد تک بھی نکل سکے گی یا قبل اس کے کہ وہ دن آئے خود ہی اپنے دل میں حساب لگا کر دیکھ لیجیے کہ کتنے لفظ شر اور بدی کی طرف لے جانے والے زبان سے نکلے؟ الفاظ کو سوچ کر اور تول کر زبان پر لانے کی عادت اگر پڑ جائے تو پھر سمجھ لیجیے کہ بیٹھے بیٹھے جنّت بھی حاصل ہو گئی"۔[1]

---

[1] ماہنامہ الحق ج ۱۹/۱ ، ش ۱۱/۱ ، ص : ۴۱

دو عجیب باتیں

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ (م ۱۳۷۴/۱۹۵۵) تحریر فرماتے ہیں۔

"مَیں ایک روز "عجائب المخلوقات" دیکھ رہا تھا۔ اتفاق سے مجھ کو دو باتیں عجیب ملیں۔ دل نے چاہا کہ بطور ہدیہ کے ناظرین کی خدمت میں بھی اسکو پیش کیا جائے تو اچھا ہو۔

ممکن ہے کہ اور حضرات کی نظریں بھی یہاں تک پہنچی ہوں، مگر چونکہ مَیں نے اب تک کسی دوسری جگہ نہیں دیکھا اس لیے میں اُن کو نادر سمجھ کر ہی پیش کرتا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس قاعدہ کو منسوب کیا گیا ہے کہ ہر سال میں رمضان کی پہلی تاریخ اُس دن ہو گی جس دن اس سے قبل کے رمضان کی پانچویں تھی۔ مثلاً ۱۳۳۷ھ میں رمضان کی پہلی تاریخ شنبہ کے دن اس لیے ہونی چاہیے کہ ۱۳۳۶ھ میں رمضان کی پانچویں تاریخ شنبہ کو تھی۔

ذیل میں ایک نقشہ درج ہے۔ اس سے ہر ماہ کی پہلی تاریخ بآسانی معلوم ہو سکتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس سنہ کے مہینے کی پہلی تاریخ معلوم کرنا چاہو اُس سنہ کو آٹھ پر تقسیم کرو۔ اس صُورت میں ظاہر ہے کہ یا تو کچھ باقی نہ بچے گا بلکہ پُوری تقسیم ہو جائے گی اور یا آٹھ سے کم۔ اگر آٹھ سے کم بچیں تو جس مہینے کی پہلی تاریخ معلوم کرنی ہو اُس کے مقابل اتنے ہی خانہ گن لو جس خانہ پر باقی ختم ہو گی وہی اس ماہ کی پہلی تاریخ ہو گی۔ اور اگر کچھ بھی باقی نہ بچے تو اُس ماہ کے مقابل پُورے آٹھ خانہ گنو۔ مثلاً ہم کو معلوم کرنا ہے کہ ۱۳۳۷ھ میں رمضان المبارک میں پہلی تاریخ کب ہُوئی تو ہم نے ۱۳۳۷ھ کو آٹھ پر تقسیم کیا ایک باقی بچا۔ جس خانہ میں رمضان المبارک لکھا ہوا ہے اُس کے مقابل کے پہلے خانہ میں شنبہ لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہُوا کہ ۱۳۳۷ھ میں رمضان المبارک کی پہلی تاریخ شنبہ کو ہو گی اور مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ ۱۳۳۶ھ میں شوال کی پہلی تاریخ معلوم کریں تو ۱۳۳۶ھ کو آٹھ پر تقسیم کیا تو کچھ باقی نہ بچا۔ ہم نے ماہ شوال کے مقابل میں آٹھ خانہ شمار کیے۔ آٹھویں خانہ میں یکشنبہ لکھا ہُوا ہے۔ معلوم ہوا کہ شوال ۱۳۳۶ھ کی پہلی تاریخ یکشنبہ کو تھی۔

محرم	صفر	ربیع الاوّل	ربیع الثانی	جمادی الاوّل	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
دوشنبہ	چہارشنبہ	پنجشنبہ	شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	جمعہ	شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ
جمعہ	یکشنبہ	دوشنبہ	چہارشنبہ	پنجشنبہ	شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	جمعہ	شنبہ	دوشنبہ
سہ شنبہ	پنجشنبہ	جمعہ	یکشنبہ	دوشنبہ	چہارشنبہ	پنجشنبہ	شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	جمعہ
یکشنبہ	دوشنبہ	چہارشنبہ	جمعہ	شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ	جمعہ	یکشنبہ	دوشنبہ	چہارشنبہ
پنجشنبہ	شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	جمعہ	شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ	جمعہ	یکشنبہ
دوشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ	شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	چہارشنبہ	جمعہ	شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ
شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ	جمعہ	یکشنبہ	دوشنبہ	چہارشنبہ	پنجشنبہ	شنبہ	یکشنبہ	سہ شنبہ
چہارشنبہ	جمعہ	شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	پنجشنبہ	جمعہ	یکشنبہ	سہ شنبہ	یکشنبہ	پنجشنبہ	شنبہ

ماہنامہ القاسم ج ۱۰ ش ۴ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء شنبہ ہفتہ یکشنبہ اتوار دوشنبہ پیر سہ شنبہ منگل چہارشنبہ بدھ پنجشنبہ جمعرات

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

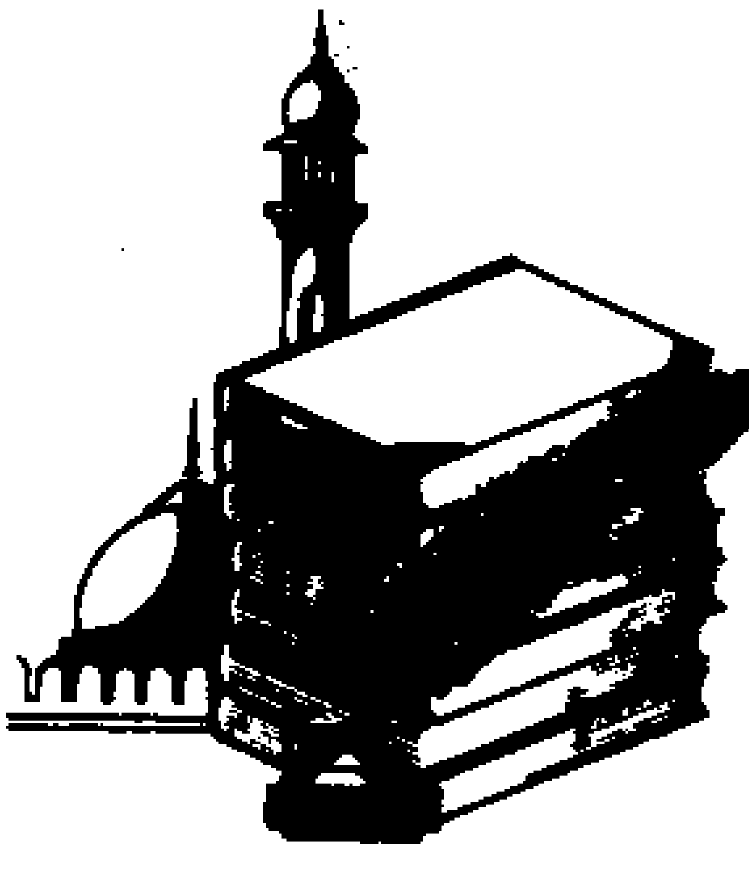

تعارف و تبصرہ

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : خطبات سواتی (ج ۵)
افادات : حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دامت برکاتہم
مرتب : الحاج لعل دین ایم اے
صفحات : ۴۸۸
سائز : $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$
ناشر : مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ
قیمت : ۱۳۰/-

زیرِ نظر کتاب "خطبات سواتی" حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی دامت برکاتہم کے خطبات جمعہ کی پانچویں جلد ہے، یہ جلد سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موضوع پر ہے جس میں حضرت صوفی صاحب کے ۵۴ خطبات اکٹھے کیے گئے ہیں اِن خطبات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ سے متعلق ولادت باسعادت سے لے کر اِعلانِ نبوّت تک کے چیدہ چیدہ حالات و واقعات کتاب و سُنّت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں، انداز انتہائی سادہ اور دلکش ہے۔

کتابت و طباعت دیدہ زیب اور قیمت نہایت مناسب ہے۔

○

نام کتاب : تعلیم و تعلم اور دعوت کے اسلامی اُصول و آداب
مرتبہ : مولانا نصیب الرحمٰن علوی

صفحات : ۱۹۲

سائز : ۳۶×۲۳/۱۶

ناشر : زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

قیمت : ۸۰/

زیرِ تبصرہ کتاب "تعلیم و تعلم اور دعوت کے اسلامی اصول و آداب" میں علم دین کی فضیلت و اہمیّت اور اس کے سیکھنے سکھانے کے جو آداب کتاب و سُنّت اور اکابر علما ۔ کی کتابوں میں آئے ہیں وہ تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ موقع بموقع طلبِ علم کے سلسلہ میں عُلماء اُمّت کے حالات و واقعات بھی درج کیے گئے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ کی اہمیّت اور اُن کے اُصول و آداب کو ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب میں ذکر کی گئی باتوں کے ماٰخذ بھی آخر میں درج کر دیے گئے ہیں جن سے کتاب کے مندرجات کی ثقاہت کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن مراجع و ماٰخذ ذکر کرنے کے اس انداز میں یہ تشنگی ضرور رہتی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ یہ قول یا یہ واقعہ کس کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ آسانی سے یہ معلوم نہیں کر سکتا لہٰذا بہتر ہے کہ ہر قول یا واقعہ کے ساتھ ماٰخذ کا حوالہ دیا جائے تاکہ مزید تحقیق کرنے والے کو ماٰخذ تک رسائی میں آسانی ہو۔

کتاب مجموعی طور پر اپنے موضوع سے متعلّق اچھی کاوش ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ ہے۔

○

نام کتاب : ماہنامہ الاشرف قرآن نمبر جلد دوم

شمارہ : ۸ تا ۱۱

جلد : ۱۳

مدیر مسئول : مولانا محمد اسلم شیخوپوری

صفحات : ۳۴۰

ناشر :

قیمت : ۱۱۰/

کراچی سے شائع ہونے والے دینی جرائد میں سے ایک جریدہ ماہنامہ "الاشرف" بھی ہے جو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ حال ہی میں اس رسالہ کا قرآن نمبر دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ اس وقت ہمارے پیشِ نظر اس نمبر کی دوسری جلد ہے۔ اس جلد میں قرآن پاک سے متعلق مختلف عنوانات کے تحت بہت سے قیمتی مضامین درج کیے گئے ہیں جن کو پڑھ کر معلومات میں اضافہ کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے ساتھ جذباتی قسم کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ مضامین کا انتخاب اور اُن کی ترتیب سلیقہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ شائقین و حاملین قرآن کے لیے یہ نمبر ایک قیمتی تحفہ ہے۔

اس نمبر کو اگر اس کے شایانِ شان عمدہ کتابت و طباعت اور بہترین جلد کے ساتھ شائع کیا جائے تو بہت ہی اچھا ہو، تاکہ جدید طبقوں میں بھی اسے پیش کیا جا سکے۔

○

نام کتاب : رحمت کائنات

مؤلف : حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی رح

صفحات : ۵۱۲

سائز : ۳۶×۲۳/۱۶

ناشر : ادارہ تحفظ حقوق نبوت مدنی روڈ اٹک شہر

قیمت : ۲۰۰/-

پیشِ نظر کتاب "رحمت کائنات" حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک عنوان پر لکھی گئی تھی جسے عنداللہ قبولیت حاصل ہوئی اور عُلماء و عوام میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی اِس وقت اس کتاب کا گیارہواں ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔

دَورِ حاضر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ اجماعی اور مسلمہ عقائد کو متنازع بنایا جا رہا ہے چنانچہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ جو قرونِ اولیٰ سے اجماعی چلا آرہا تھا بدقسمتی سے کچھ لوگوں کی طرف سے اِسے بھی متنازع بنانے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر دے اہل حق کو کہ اُنھوں نے بروقت اِن لوگوں کا ــــــــــ تعاقب کیا اور کتاب و سُنّت اور مستند تاریخی حوالوں سے ثابت کر دیا کہ یہ عقیدہ برحق اور اجماعی عقیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں اکابر علماء نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے ایک "رحمت کائنات" بھی ہے۔ اس کے مصنّف حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی رح شیخ الاسلام حضرت مدنی رح کے شاگرد اور شیخ التفسیر حضرت لاہوری رح کے خلیفہ مجاز ہیں آپ نے یہ کتاب اس موضوع پر جدید انداز نگارش کے ساتھ سہل پیرایہ میں عشق و محبّت میں ڈوب کر لکھی ہے۔ اسی لیے ہر حلقہ میں یہ کتاب پسند کی گئی ہے۔

کتابت و طباعت عمدہ ہے البتّہ قیمت پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اتنی زیادہ قیمت ہونے کے سبب ممکن ہے عام طبقہ اس سے استفادہ نہ کر سکے۔

○

نام کتاب: مُحسنِ اعظم

افادات: مولانا قاضی ارشد الحسینی

مرتّب: محمد عثمان غنی بی۔اے

صفحات: ۹۶

ناشر: دارالارشاد مدنی روڈ اٹک

قیمت: ۳۵/

حضرت قاضی زاہد الحسینی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے مولانا ارشد الحسینی زید مجدہٗ نے اپنے والد صاحبؒ کی وفات کے بعد اُن کے جاری کردہ سلسلہ درسِ قرآن کو آگے بڑھایا اور اُن کی نیابت میں درسِ قرآن شروع کیا، آیت کریمہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ پر مسلسل چار درس ہوئے۔ زیرِ نظر کتاب "مُحسنِ اعظم" انہی درسی افادات کا مجموعہ ہے۔ ان دروس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ رفیع اور آپ کے فرائض منصبی سے متعلق بہت سی مفید و کار آمد باتیں بیان کی گئی ہیں اِسی مناسبت سے کتاب کا نام "مُحسنِ اعظم" رکھا گیا ہے کتاب عوام کے لیے عموماً اور مبلّغین و واعظین کے لیے خصوصاً مفید ہے۔

○

نام کتاب: مثالی باپ

تصنیف: مولانا محمد حنیف عبدالمجید

صفحات : ۴۲۴

سائز : ۳۶x۲۳/۱۶

ناشر : بیت العلم ٹرسٹ گلشن اقبال کراچی

قیمت : ۱۳۵/

پیشِ نظر کتاب "مثالی باپ" میں ایک مسلمان پر والد ہونے کی حیثیت سے جو ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں نیز بچّوں کی صحیح اسلامی اُصولوں پر تربیت کرنے اور اُن کو کامل مسلمان بنانے کی جو اسلامی تدبیریں ہیں یہ سب خوب صُورت اور آسان انداز میں درج کی گئی ہیں۔ عامۃ المسلمین کے لیے اِن جیسی کتابوں سے استفادہ کرنا نہایت مفید و کار آمد ہے۔

کتاب کی کتابت و طباعت معیاری اور قیمت مناسب ہے۔ (ن۔۔۔ا)

○

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

NBB

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قِسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

اخبار الجامعہ

○ ۱۴ رصفر المظفر ۱۴۲۰ھ ۳۰ رمئی ۱۹۹۹ء بروز اتوار جناب مفتی مظہر صاحب بہاولپور سے تشریف لائے اور اُسی روز رات واپس تشریف لے گئے۔

○ ۱۶ رصفر المظفر ۱۴۲۰ھ بروز منگل مولانا عبدالستار صاحب بہاولنگر سے تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی آپ اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔

اسی روز مولانا عبدالسمیع صاحب سرگودھا سے اور حرکۃ الانصار کے نائب امیر جناب محمود احمد عمر صاحب تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ منگل ۸ رجون نائب مہتمم صاحب مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب ناظم وفاق المدارس کی دعوت پر وفاق المدارس کے نصابی کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لیے مری تشریف لے گئے۔ راستہ میں اسلام آباد میں حافظ محمد ادریس صاحب کے ہاں ایک رات قیام کیا۔ اگلی صبح ۹ رجون اسلام آباد ہی میں وفاق المدارس کے اجلاس میں شرکت کے لیے آئے ہُوئے اکابرین سے ملاقات کی جن میں حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب سکندر بنوری ٹاؤن حضرت مولانا حسن جان صاحب پشاور حضرت مولانا عبدالمجید کہروڑ پکا، مفتی غلام قادر خیر پور ٹامیوالی، مولانا عبدالعزیز صاحب جامعہ فریدیہ، مولانا انوار الحق اکوڑہ خٹک، مولانا مشرف علی صاحب تھانوی لاہور، مولانا محمد انور صاحب کبیر والا مولانا منظور احمد صاحب مینگل جامعہ فاروقیہ کراچی، مفتی غلام الرحمٰن صاحب پشاور، مفتی نظام الدین صاحب شامزئی بنوری ٹاؤن کراچی، قاضی عبدالرشید صاحب راولپنڈی تھے۔ اکابرین نے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا۔ بعد ازاں تمام اکابرین اجلاس میں شرکت کے لیے مری روانہ ہُوئے۔ مری پہنچتے ہی نصابی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوگیا۔ دو دن ۹-۱۰ تاریخ اجلاس جاری رہا۔ جمعرات ۱۰ رجون عشاء سے پہلے اجلاس ختم ہوا۔ جمعہ ۱۱ رجون کو وفاق المدارس کے نمائندہ وفد نے ایوان صدر میں صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ صاحب سے ملاقات کی اور ملک میں دینی مدارس کو درپیش مشکلات سے آگاہ کیا صدر صاحب نے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا ایوانِ صدر سے واپسی پر حافظ محمد ادریس کے اصرار پر نائب

مہتمم صاحب نے حافظ صاحب کی مسجد سیّدنا حمزہ رضؓ میں جمعہ پڑھایا۔ جمعہ کے فوراً بعد نائب مہتمم صاحب تین بجے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور رات نو بجے بخیریت واپسی ہوئی۔

○ ۱۷؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ کو مولانا عبدالقدوس صاحب مجاہد برمی امیر مرکزیہ حرکۃ الجہاد الاسلامی وجمعیت خالد بن ولید رضؓ دوپہر کو تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور برما اور اراکان کے حالات پر گفتگو ہوئی۔

○ ۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ کراچی سے بھائی آفتاب صاحب تشریف لائے اور اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔

○ ۲۱؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ مغرب بعد حرکۃ الانصار کے جلسے میں شادباغ حضرت نائب مہتمم صاحب تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے جہاد کے فضائل پر بیان کیا۔

○ ۲۸؍صفر المظفر کو بعد ظہر چکوال سے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نقشبندی صاحبزادہ حضرت پیر حبیب صاحب نقشبندی رحؒ حضرت مہتمم صاحب کی ہمشیرہ کی وفات پر تعزیّت کے لیے تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ یکم ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ نوشہرہ سے حکیم رفیع الدین صاحب تشریف لائے حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی اگلے روز آپ واپس تشریف لے گئے۔

گریجوایٹ جیب تراش

"ملازمت کرتے ہیں" ○ اوکاڑہ کے 4 بیروزگار لاہور میں جیبیں کاٹتے رہے

3 گریجوایٹ اور ایف اے پاس ہیں، ہر ماہ گھر والوں کو "تنخواہیں" پہنچا دیتے تھے

ڈیفنس کے ٹھیکیدار کی جیب سے ڈیڑھ لاکھ نکالنے پر پکڑے گئے، دربار پر منت ماننے گیا تو جیب تراش بن گیا: سرغنہ

لاہور (سپیشل رپورٹر سے) والٹن روڈ ڈیفنس سے تین گریجوایٹ جیب تراش بابر سرفراز، ریاض اور ایف اے پاس عابد رنگے ہاتھوں پکڑے گئے پولیس نے ملزموں سے لاکھوں روپے کی رقم برآمد کر کے ان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے بتایا گیا ہے کہ چار روز قبل والٹن کے رہائشی ٹھیکیدار جاوید سرور کے جیب سے ڈیڑھ لاکھ روپے دوران سفر بس میں نکال لئے گئے معلوم ہونے پر اس نے مسافروں کی مدد سے بابر سرفراز اور عابد کو پکڑ کر ان سے ڈیڑھ لاکھ روپے برآمد کر لئے اور انہیں پولیس کے حوالے کر دیا دوران تفتیش ملزموں نے بتایا کہ وہ اپنے چوتھے ساتھی ریاض سے مل کر لاہور زیادہ تر شادیوں اور جنازوں میں شریک افراد کی جیب صاف کرتے ہیں۔ سب انسپکٹر ریاض عباس کے مطابق ملزموں نے اب تک تقریباً 9 سو وارداتوں کا اعتراف کیا ہے چاروں ملزم اوکاڑہ کے رہائشی ہیں سرغنہ بابر کا کہنا ہے کہ ایک بار داتا دربار پر نوکری کی منت ماننے آیا تو وہاں اس کی ملاقات ایک جیب تراش سے ہو گئی تو وہ بھی اس کے ساتھ جیبیں کاٹنے لگا سرفراز عابد اور ریاض بے روزگار تھے انہیں بھی اپنے ساتھ ملا لیا چاروں جیبیں کاٹ کر گھر والوں کو ہر ماہ کی دس تاریخ تک پیسے بھیج دیتے تھے اور انہیں بتاتے تھے کہ وہ لاہور میں ملازمت کرتے ہیں چاروں نے ڈیفنس میں ایک کوٹھی کرایہ پر لی ہوئی تھی۔

روزنامہ جنگ لاہور 26/جون 1999ء